بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿تعلیم الایمان﴾

ایمانِ مفصل
کو سمجھانے کا طریقہ

تصنیف

عبداللہ صدیقی

(ریسرچ اسکالر آف ایمانیات)

زیر سرپرستی

مفتی محمد شعیب مظاہری، مولانا امتیاز احمد خان مفتاحی

مفتی محمد عمران خان رحمانی حسامی، مفتی عبدالمعبود قاسمی

ناشر

عظیم بک ڈپو، جامع مسجد دیوبند، یوپی، انڈیا۔

حق طباعت بحق ناشر محفوظ ہے

نام کتاب:۔ ایمانِ مفصل کو سمجھانے کا طریقہ

مرتب:۔ عبداللہ صدیقی

زیرسرپرستی:۔ مولانا مفتی محمد شعیب مظاہری، مولانا امتیاز احمد خان مفتاحی
مفتی محمد عمران خان رحمانی حسامی، مفتی عبدالمعبود قاسمی

سنہ طباعت:۔ ۲۰۲۰ء مطابق ۱۴۴۲ھ

تعداد اشاعت:۔ 500

کمپیوٹر کتابت:۔ محمد کلیم الدین سلمان قاسمی۔9963770669

ناشر:۔ عظیم بکڈپو، دیوبند، یوپی، انڈیا۔

اہم گذارش

تمام مدارس سے گذارش ہے کہ اپنے معمول کی تعلیم کے علاوہ تعلیم شروع کرنے سے پہلے روزانہ آدھا گھنٹہ ایمان مفصل کے ایک حصہ کو کم از کم چھ مہینے تک سمجھائیں انشاءاللہ بچوں میں مضبوط اور شعوری ایمان پیدا ہوگا۔

اس کتاب کو پڑھانے سے پہلے تعلیم الایمان کا حصہ ”عقیدۂ ایمان کی اہمیت وضرورت“ ضرور پڑھئے اور پڑھائیے، جب تک ایمان مفصل کی سچائی بچے کو سمجھ میں نہیں آئے گی اس وقت تک وہ اسلام پر مضبوطی سے ٹھہر نہیں سکتا، ایمان مفصل کی سچائی کو سمجھانے اور شعوری ایمان پیدا کرنے کے لئے اس کتاب کو ضرور پڑھئے اور پڑھائیے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایمانِ مفصل کی حقیقت، ضرورت واہمیت

یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا آمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَالْکِتَابِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَالْکِتَابِ الَّذِیْ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ یَّکْفُرْ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلاً بَعِیْداً o اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ آمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْراً لَّمْ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغْفِرَ لَھُمْ وَلاَ لِیَھْدِیَھُمْ سَبِیْلاً o (النساء:۱۳۶،۱۳۷)

ترجمہ: اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر، اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اُتاری اور اس کتاب پر جو اس نے پہلے اتاری اور جو اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور روزِ آخرت کا انکار کرے وہ بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا، بے شک جو لوگ ایمان لائے، پھر کفر کیا، پھر ایمان لائے، پھر کفر کیا، پھر کفر میں بڑھتے گئے، اللہ نہ اُن کی مغفرت کرنے والا ہے اور نہ اُن کو راہ دِکھانے والا ہے۔

سوال:۔ ایمان کسے کہتے ہیں؟

جواب:۔ اللہ کی طرف سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو بھی وحی کا علم نازل ہوا اس پر بغیر کسی شک وشبہ کے یقین کرنے کا نام ایمان ہے۔

سوال:۔ دنیا میں انسان کو کیوں رکھا گیا ہے؟

جواب:۔ دنیا میں انسان کو امتحان کے لئے رکھا گیا ہے۔

سوال:۔ دنیا میں انسان کا کس طرح امتحان لیا جا رہا ہے؟

جواب:۔ دنیا میں انسان کو اللہ نظر نہیں آتا، وہ اللہ کو بغیر دیکھے پہچان کر ایمان لا کر اس کی مرضیات پر چلنے کے لئے رکھا گیا ہے۔

سوال:۔ دنیا میں انسان کس طرح رہے؟

جواب:۔ دنیا میں انسان ایک مسافر کی طرح رہے، جس طرح ہوٹل میں کچھ وقت کے لئے ٹھہرتا ہے اور ضرورت پوری ہونے کے بعد چلا جاتا ہے۔

سوال:۔ دنیا کے اس امتحان میں انسان کیلئے سب سے اہم سوال کیا ہے؟

جواب:۔ دنیا کے اس امتحان میں سب سے اہم سوال یہ ہے کہ وہ اللہ کو بغیر دیکھے پہچانے اور ایمان لائے۔

سوال:۔ اگر انسان اللہ کو صحیح نہ پہچانے تو کیا ہوگا؟

جواب:۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ کو صحیح نہ پہچانے تو وہ دنیا سے ناکام گذر جائے گا اور اس کے اچھے اعمال قبول نہیں کیئے جائیں گے۔

سوال:۔ دنیا سے کامیابی وناکامی کا دارومدار کس بات پر ہے؟

جواب:۔ دنیا سے کامیابی وناکامی کا دارومدار اللہ کو صحیح ماننے اور اس کی اطاعت کرنے میں ہے، جو لوگ اللہ کو صحیح پہچان کر ایمان لائیں اور اس کی اطاعت کریں وہ کامیاب ہوں گے اور جو لوگ صحیح نہ پہچانیں اور اللہ کی اطاعت نہ کریں وہ دنیا سے ناکام چلے جائیں گے۔

سوال:۔ جو لوگ اللہ کی صحیح پہچان حاصل نہ کر کے عبادت کریں تو کیا ان کی تمام عبادات قبول کی جائیں گی؟

جواب:۔ جو لوگ اگر اللہ کی صحیح پہچان حاصل نہ کر کے عبادت کریں گے تو ان کی تمام عبادتیں بیکار ہو جائیں گی۔

سوال:۔ دنیا میں ایمان کا مطالبہ کیوں ہے؟

جواب:۔ دنیا میں ایمان کا مطالبہ اس لئے ہے کہ دنیا دار الاسباب ہے، مخلوقات کی ضرورتیں اسباب سے ہوتی ہوئی نظر آتی ہیں، اللہ کسی کو نظر نہیں آتا، انسان دھوکہ کھا کر اسباب کو اصل سمجھتا ہے، اس لئے پہلے اللہ کو پہچان کر ایمان لانے کی شرط رکھی گئی ہے۔

سوال:۔ انسان' اسباب سے کس طرح دھوکہ کھاتا ہے؟

جواب:۔ اسباب سے ضرورتیں پوری ہوتی ہوئی دیکھ کر انسان اللہ کو مانتے ہوئے اسباب کو اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے اور اسباب سے پلنے اور پرورش پانے اور نفع و نقصان کا تصور پیدا کر لیتا ہے، اسباب کی پوجا اور پرستش کرتا ہے، اس لئے اسباب اصل نہیں' اللہ اصل ہے، پالنے اور پرورش کرنے والا اصل اللہ ہی ہے۔

سوال:۔ ایمان لانے کے لئے کن کن باتوں کا اقرار کرنا ہوگا؟

جواب:۔ ایمان لانے کے لئے اللہ، فرشتوں، اللہ کی کتابوں، اس کے نبیوں، تقدیر

اور آخرت کو ماننا ضروری اور لازم ہے۔

سوال:۔ ان چھ چیزوں کو ماننے کا مختصر خلاصہ کیا ہے؟

جواب:۔ ان چھ چیزوں کا مختصر خلاصہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہے۔

سوال:۔ کیا ان چھ چیزوں کو سمجھے بغیر صرف زبان سے کلمہ کے الفاظ ادا کر لینے سے ایمان حاصل ہو جاتا ہے؟

جواب:۔ ان چھ چیزوں کو سمجھے بغیر صرف زبان سے کلمہ کے الفاظ ادا کرنے سے ایمان لانا، صحیح ایمان نہیں کہلاتا، ایسا ایمان دل میں نہیں اترتا صرف زبان تک ہی رہتا ہے۔

سوال:۔ حضرت جبرئیلؑ نے حضور اکرم ﷺ سے سوال کیا تھا کہ ایمان کیا ہے؟ حضور ﷺ نے کیا جواب دیا؟

جواب:۔ حضرت جبرئیلؑ کے سوال پر حضور ﷺ نے فرمایا: (۱) اللہ تعالیٰ کو ایک اور اکیلا ماننا، (۲) فرشتوں کو ماننا، (۳) کتابوں کو ماننا، (۴) نبیوں کو ماننا، (۵) آخرت کو ماننا، (۶) تقدیر کے خیر و شر کو ماننا ایمان کہلاتا ہے۔

سوال:۔ حضرت جبرئیلؑ نے دوسرا سوال کیا تھا کہ اسلام کیا ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے کیا جواب دیا؟

جواب:۔ حضرت جبرئیلؑ کے سوال پر حضور ﷺ نے فرمایا: (۱) کلمۂ شہادت کا اقرار کرنا، (۲) نماز پڑھنا، (۳) روزہ رکھنا، (۴) زکوٰۃ دینا، (۵) صاحبِ استطاعت کا حج کرنا۔

یہ اسلام ہے، اس کے علاوہ تمام اعمال کو ادا کرنے کے لئے طہارت، غسل و وضو کرنا اور شریعت کے تمام احکام کی پابندی کرنا، اسلام ہے۔

سوال:۔ اسلام کے مختصر معنیٰ کیا ہیں؟

جواب:۔ اسلام کے معنیٰ ہیں اپنے آپ کو پوری طرح اللہ کے حوالے کر دینا، اللہ کی مرضیات پر چلنا اور اپنے آپ کو سلامتی کے راستے پر لگا دینا۔

سوال:۔ حضرت جبرئیلؑ نے تیسرا سوال کیا تھا کہ احسان کیا ہے؟ حضور

اکرم ﷺ نے کیا جواب دیا؟

جواب:۔ احسان یہ ہے کہ اللہ کی ایسی عبادت کرو کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو اور تم اللہ کے سامنے ہو، اگر ایسا نہیں ہوسکتا تو یہ سمجھو کہ اللہ تم کو دیکھ رہا ہے۔

سوال:۔ قرآنی تعلیم کے کتنے حصے ہیں؟

جواب:۔ قرآنی تعلیم کے دو حصے ہیں، ایک بنیادی تعلیم یعنی جڑ' وہ ایمان ہے، دوسرا حصہ ڈھانچہ یعنی شریعت اسلام ہے، دو حصے یعنی ایک بنیاد' دوسرا اسٹرکچر۔

سوال:۔ دنیا میں عام طور پر ہر چیز کے کتنے حصے ہوتے ہیں؟

جواب:۔ دنیا میں بھی ہر چیز کے دو حصے ہوتے ہیں، ایک بنیاد اور دوسرا اس کا ڈھانچہ، ایک جڑ، دوسرا درخت کا تنا، پتے، ڈالیاں اور پھل پھول۔

سوال:۔ جب انسان گھر بناتا ہے تو اس کی بنیاد اور ڈھانچہ کیا ہوتے ہیں؟

جواب:۔ انسان جب گھر بناتا ہے تو پلّر اس کی بنیاد ہوتے ہیں، چھت، دیواریں، فرش، دروازے اور کھڑکیاں وغیرہ اس کا ڈھانچہ ہوتے ہیں۔

سوال:۔ دین اسلام کی بنیاد اور ڈھانچہ کیا ہیں؟

جواب:۔ دین اسلام کی بنیاد ایمان ہے، یعنی اللہ پر، فرشتوں پر، کتابوں پر، پیغمبروں پر، آخرت پر اور تقدیر کے خیر وشر پر ایمان لانا ہے۔

دین اسلام کا ڈھانچہ اور اسٹرکچر کلمۂ شہادت کے اقرار کے بعد نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، طہارت، پردہ اور دیگر احکامات پر عمل کرنا اور حرام چیزوں سے بچنا ڈھانچہ ہے۔

سوال:۔ اگر ہم بنیاد ڈالے بغیر عمارت کھڑی کریں گے تو کیا وہ گھر ٹھہرا رہ سکتا ہے؟

جواب:۔ جس گھر کی بنیاد کمزور ہو' یا بنیاد ہی نہ ہو تو اس گھر کی دیواروں میں بہت جلد دراڑیں پڑ جاتی ہیں اور چھت تڑخ کر گر جاتا ہے، گھر ٹھہر نہیں سکتا۔

سوال:۔ اسی طرح کسی انسان کو ایمان نہ دے کر یا ایمان نہ سمجھا کر طہارت،

غسل، وضو، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، پردہ و دیگر اعمال کے ذریعہ شریعت پر چلائیں تو کیا وہ اسلام میں پورا پورا داخل ہوسکتا ہے؟

جواب:۔ نہیں! وہ انسان پورا پورا اسلام میں داخل نہیں ہوسکے گا، جو انسان ایمان ہی کو نہ سمجھے یا ایمان میں شعور ہی نہ رکھے وہ صحیح مسلمان نہیں بن سکتا، اسلام پر کبھی چلنے اور کبھی نہ چلنے سے اس کا اسلام کمزور ہوگا اور وہ اسلام میں پورا پورا داخل نہیں ہوگا، کبھی کبھی اسلام کو پسند کرے مگر زیادہ تر غیر اسلام پر چلے گا، آدھا مسلم اور آدھا غیر مسلم بنا رہے گا۔

سوال:۔ قرآن کہتا ہے کہ محمد ﷺ وہی دین لائے جو پچھلے انبیاء لائے تھے، وہ کیا دین تھا؟

جواب:۔ ہر زمانے میں تمام پیغمبروں نے ایمان کی دعوت دی، وہ دین یہ تھا کہ اللہ، فرشتوں، کتابوں، پیغمبروں، تقدیر اور آخرت پر ایمان لاؤ، یعنی توحید، رسالت، اور آخرت پر ایمان لاؤ، اسی دین کی دعوت حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک کی طرف سے دی گئی۔

سوال:۔ کیا حضرت محمد ﷺ بھی اِسی دین کی دعوت لے کر آئے؟

جواب:۔ ہاں حضرت محمد ﷺ بھی اِسی دین کی دعوت کو لیکر آئے۔

سوال:۔ ایمانیات کے ان چھ حصوں کو ہم کس نام سے یاد کرتے ہیں؟

جواب:۔ ایمانیات کے ان چھ حصوں کو ہم 'ایمانِ مفصّل' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

سوال:۔ ایمان مفصل کے علاوہ مختصر ایمان کو کن الفاظ میں یاد کرتے ہیں؟

جواب:۔ ایمان مفصل کے علاوہ ہم مختصر انداز میں 'ایمانِ مجمل' کا بھی اقرار کرتے ہیں۔

سوال:۔ کیا ایمان قبول کرنے کے لئے ان دونوں طرح کی ایمانیات کا اقرار کرنا لازم اور ضروری ہے؟

جواب:۔ ہاں! ان دونوں طرح کی ایمانیات کا اقرار کرنا ضروری ہے۔

سوال:۔ ایمان مفصل کو کس طرح پڑھیں؟ اور اس کا ترجمہ کیا ہے؟

جواب:۔ ایمان مفصل اور اس کا ترجمہ ہے:

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَ مَلٰٓئِکَتِہٖ وَ کُتُبِہٖ وَ رُسُلِہٖ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَ شَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ الْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ . (مشکوٰۃ)

ترجمہ: ایمان لایا میں اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور اس پر کہ اچھی اور بری تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے اور موت کے بعد اٹھائے جانے پر۔

سوال:۔ کیا ایمانیات کی چھ چیزوں میں سے کسی ایک جزو کا انکار کرنے یا کسی ایک بات میں شک کرنے سے ہم ایمان والے باقی رہ سکتے ہیں؟

جواب:۔ ایمانیات کے اِن چھ حصوں میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرنا یا اس میں شک کرنے سے انسان ایمان سے خارج ہو جاتا ہے، تمام چھ حصوں کو ماننا لازم اور ضروری ہے۔

سوال:۔ دنیا میں کوئی قوم ایسی بھی ہے جو ان چھ چیزوں میں سے کسی کو مانتی ہے اور کسی کا انکار کرتی ہے؟

جواب:۔ ہاں! بعض پچھلی قومیں اور یہود و نصاریٰ دونوں ایمانیات کے حصوں میں سے کچھ حصوں کو مانتے اور کچھ حصوں کا انکار کرتے ہیں۔

سوال:۔ پچھلی قومیں ایمانیات کا کس طرح انکار کرتی تھیں؟

جواب:۔ وہ ایمان کے تمام حصوں کو تو مانتی ہیں' مگر اللہ کو مانتے ہوئے یا تو اللہ کا غلط تصور رکھتی ہیں' یا پیغمبروں کو خدا کا بیٹا مانتی ہیں یا فرشتوں میں حضرت جبرئیلؑ کو اپنا دشمن سمجھتی ہیں، یا قرآن اور انجیل کو نہیں مانتیں، یا حضرت عیسیٰؑ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتیں، یا آخرت کا غلط تصور رکھتی ہیں۔

سوال:۔ دین کیا ہے اور شریعت کیا ہے؟

جواب:۔ ایمانیات کے چھ حصے جو ایمان مفصل کہلاتے ہیں اسی کا نام دین ہے، اور اطاعت و بندگی کے طریقوں کا نام شریعت ہے۔

سوال:۔ کیا دین اور شریعت ہر زمانے میں ایک ہی رہے یا الگ الگ؟

جواب:۔ ہر زمانے میں دین ایک ہی تھا اور ہے، البتہ اطاعت و بندگی کے طریقے یعنی شریعت کے کچھ طریقے ہر قوم اور حالات کے اعتبار سے الگ الگ رہے ہیں، اللہ نے اپنی حکمت اور امتحان کے لئے ان میں تبدیلی کی۔

سوال:۔ نجات ایمان پر ہے یا اعمال پر؟

جواب:۔ نجات ایمان پر ہے، جس کا ایمان صحیح ہوگا اس کے اعمال بھی قبول کئے جائیں گے، رتّی برابر ایمان والے کو بھی جہنم سے نکال لیا جائے گا۔

سوال:۔ رتی برابر ایمان سے کیا مراد ہے؟

جواب:۔ جس طرح سونے کا رتی برابر ٹکڑا گندگی میں گر جائے تو نکال کر دھویا جاتا ہے اور اس کو حفاظت سے رکھا جاتا ہے اسی طرح رتی برابر صحیح ایمان والے کو جو شرک سے پاک ہو جہنم سے نکال کر پاک کر کے جنت میں بھیج دیا جائے گا۔

سوال:۔ ہر زمانے میں پیغمبروں نے سب سے پہلے ایمان کی دعوت دی یا شریعت کی؟

جواب:۔ ہر زمانے میں پیغمبروں نے سب سے پہلے انسانوں کو ایمان کی دعوت دی، پھر جیسے جیسے ایمان مضبوط ہوا اعمال صالحہ کی تعلیم دی۔

سوال:۔ پیغمبروں نے سب سے پہلے ایمان کی دعوت کیوں دی؟

جواب:۔ پیغمبروں نے سب سے پہلے ایمان کی دعوت اس لئے دی کہ اس سے انسان کے جذبات، خیالات، فکر اور عقائد درست ہو جاتے ہیں، جس کے بعد اللہ کی اطاعت و بندگی، صحیح خوشی و رضامندی اور آسانی سے ہو سکتی ہے، پہلے دل و دماغ کے خیالات کو درست کر کے دلوں پر محنت کی جاے، پھر اعضاء سے اطاعت کروائی جائے۔

سوال:۔ انسان کے فکر و خیالات اور عقائد درست ہونے سے کیا فائدہ ہوگا؟

جواب:۔ انسان کے فکر و خیالات اور عقائد درست ہونے سے صحیح ایمان پیدا ہوتا

ہے، اور جب صحیح ایمان آجاتا ہے تو انسان کے اعمال کا رخ صحیح ہوجاتا ہے اور انسان اللہ سے محبت کرتا ہے، ڈرتا ہے اور مرنے کے بعد جواب دہی کا احساس پیدا کرلیتا ہے۔

سوال:۔ دنیا میں جو لوگ گناہ اور بداعمالیاں کررہے ہیں اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب:۔ جو لوگ دنیا میں گناہ اور برائیاں و بداعمالیاں کررہے ہیں، دراصل اس کی وجہ ان کے فکر و خیالات اور عقیدوں کا غلط ہونا ہے، وہ ایمان کے یقین کی سچائی کی کیفیت سے خالی نظر آتے ہیں۔

سوال:۔ انسان کو سدھارنے اور ان کی اصلاح کرنے کے لئے کس چیز کی محنت پہلے کی جائے؟

جواب:۔ انسانوں کو سدھارنے اور ان کی اصلاح کے لئے پیغمبروں کی سنت کے مطابق سب سے پہلے ایمان کی محنت کی جائے۔

سوال:۔ کیا ایمان درست کیئے بغیر اعمال کی اصلاح کیجائے تو فائدہ ہوگا؟

جواب:۔ ایمان کو درست کیئے بغیر اصلاحِ اعمال سے کبھی فائدہ نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ نے سورۃ العلق سب سے پہلے نازل کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گویا یہ تعلیم دی کہ انسانوں کی اصلاح کرنے اور ان کی سیرت بنانے کے لئے میرے نام اور پہچان سے ان کو تعلیم دو، میری معرفت کرواؤ، جتنا زیادہ یہ مجھے پہچانیں گے اتنا ہی ان کے اعمال اور سیرت درست ہوگی، گویا سب سے پہلے ایمان کی اور معرفت الٰہی کی تعلیم دؤاس سے خود بخود ان کی بیماریاں ختم ہوجائیں گی۔

سوال:۔ انسان کے فکر و خیالات اور عقائد کو درست کرنے کے لئے کیا کیا جانا چاہئے؟

جواب:۔ انسانوں کے فکر و خیالات اور عقائد کو درست کرنے کے لئے ایمانیات کے تمام حصوں کا کم سے کم کچھ سمجھ اور شعور ضرور دیا جائے۔

سوال:۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اس بات کو کس طرح سمجھایا؟

جواب:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کے جسم میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے، وہ اگر صحیح ہو جائے تو سارا جسم صحیح ہو جاتا ہے، وہ اگر بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے، وہ انسان کا دل ہے۔ (بخاری)

اس لئے سب سے پہلے دل میں ایمان کا بیج بو کر عقل کو متاثر کیا جائے۔

سوال:۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ایمان کے تعلق سے کیا فرمایا؟

جواب:۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا (مفہوم): قرآن میں جو کلام پہلے نازل ہوا وہ جنت و جہنم (توحید، رسالت اور آخرت) یعنی ایمانیات تھا، جب لوگوں کے دل (ایمان و) اسلام پر مضبوط ہو گئے تو اس کے بعد حلال و حرام کی باتیں اُتریں، اگر پہلے ہی یہ نازل ہوتا کہ تم لوگ شراب نہ پیو! زنا نہ کرو، چوری نہ کرو، تو ضرور لوگ یہ کہتے کہ ہم کبھی شراب نہیں چھوڑیں گے، ہم کبھی زنا نہیں چھوڑیں گے۔ (بخاری)

سوال:۔ اِن دونوں روایتوں سے ہمیں کیا سبق اور تعلیم ملتی ہے؟

جواب:۔ ان دونوں روایتوں سے ہمیں یہ تعلیم ملتی ہے کہ جس طرح ہم زمین کو ہل چلا کر زرخیز کر کے بیج ڈالتے ہیں یا پودا لگاتے ہیں، اسی طرح انسانوں کے دل کی زمین کو زرخیز اور نرم کر کے ایمان کا بیج دل میں بویا جائے، اس سے اسلام کا پودا نکلے گا، جس طرح بنجر اور پتھریلی زمین میں بیج جل جاتا ہے، پرورش نہیں پاتا، اور پودا بھی پرورش نہیں پا سکتا، اسی طرح دل کے فکر و خیالات اور عقیدہ درست نہ ہو تو ایمان کا بیج ضائع ہو جاتا ہے۔

سوال:۔ ایمان کا بیج بونے کے لئے دل کو کس طرح نرم اور زرخیز کیا جائے؟

جواب:۔ ایمان کا بیج بونے کے لئے اور دل کو نرم اور زرخیز کرنے کے لئے سب سے پہلے کائنات کی چیزوں میں صفات الٰہی کو سمجھانے کے لئے انسانوں کو غور و فکر کروا کر اللہ کی معرفت اور پہچان کروائی جائے اور مخلوقات سے کاٹا جائے، اسی راستے سے انسان کے دل میں زرخیزی پیدا ہو کر ایمان پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

سوال:۔ کیا رسول اللہ ﷺ نے دین کی تعلیم اسی طرح دی؟

جواب:۔ ہاں! رسول اللہ ﷺ نے ۱۳؍سال تک مکہ میں پہلے اللہ کی معرفت اور ایمان کی تعلیم دی، پھر مدینہ ہجرت کرنے کے بعد اعمال اور مسائل وشریعت کی تعلیم دی۔

سوال:۔ ایمان کے تعلق سے صحابہ کرامؓ کا کیا قول ہے؟

جواب:۔ صحابہ کرامؓ کا قول یہ ہے کہ ہم نے پہلے ایمان سیکھا پھر قرآن سیکھا، یعنی پہلے ایمانیات کی حقیقت جانی پھر قرآن کے احکام ومسائل کو جانا اور اعمال میں لگے۔

سوال:۔ قرآن مجید میں سب سے پہلے کونسی سورتیں نازل ہوئیں؟

جواب:۔ قرآن مجید میں سب سے پہلے ۲۹ اور ۳۰ ویں پاروں میں تقریباً توحید، رسالت اور آخرت ہی کو سمجھانے والی سورتیں نازل ہوئیں جو ایمانیات سمجھاتی ہیں، گویا سب سے پہلے ایمانیات کو سمجھایا گیا۔

سوال:۔ کیا ایمان انسان کے دلوں پر حکومت کرتا ہے؟

جواب:۔ ہاں! ایمان انسان کے دلوں پر حکومت کر کے کچھ کرنے پر مجبور کرتا ہے اور کچھ نہ کرنے کا حکم دیتا ہے، انسان کے اچھے اور بُرے بننے کا دارومدار ایمان پر ہے۔

سوال:۔ اگر کوئی کلمہ پڑھ کر اعمال صالحہ نہیں کرتا تو وہ کیسا ہے؟

جواب:۔ اگر کوئی ایمانیات کا دعویٰ کرنے اور کلمہ پڑھنے کے بعد عمل صالح نہیں کرتا، شریعت کے احکام کی پابندی نہیں کرتا، نافرمانی کرتا ہے تو وہ فاسق وفاجر ہے، اس کا عمل یہ بتلاتا ہے کہ وہ ایمان میں کمزور اور بے شعور ہے۔

سوال:۔ کلمہ پڑھنے اور ایمان قبول کرنے کے بعد ایمان میں یقین پیدا کرنے کے لئے کیا کرنا چاہئے؟

جواب:۔ ایمان میں یقین پیدا کرنے کے لئے اہل اللہ کی صحبت اختیار کر کے کائنات کی چیزوں میں، اللہ کی صفات میں غور وفکر کرنا چاہئے۔

سوال:۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایمان میں یقین پیدا کروانے کا کیا طریقہ سمجھایا ہے؟

جواب:۔ ہاں! قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے تقریباً ساڑھے سات سو سے زیادہ آیات میں انسانوں کو آفاق و انفس یعنی کائنات میں غور و فکر کر کے ایمان میں یقین پیدا کرنے کی تعلیم مثالوں سے دی ہے۔

سوال:۔ قرآن میں ایمان میں یقین پیدا کرنے کے کیا طریقے بتائے گئے؟

جواب:۔ ایمان نام ہے کامل یقین کرنے کا، قرآن و حدیث کی روشنی میں ایمان میں یقین پیدا کرنے کے تین طریقے بتلائے گئے ہیں: (۱) عبادت و اعمال صالحہ، (۲) سچوں کی صحبت اختیار کرنا، (۳) کائنات میں غور و فکر کرنا۔

قرآن مجید میں جگہ جگہ ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ اختیار کرنے کی تاکید کی گئی ہے، اعمال صالحہ میں عبادت کا سب سے بڑا طریقہ نماز ہے، اعمالِ صالحہ کی وجہ سے انسان اپنے ایمان کو طاقتور بنا سکتا ہے، سورۂ حجرات میں ایمان کا دعویٰ کرنے والوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں اسلام پر چلتے رہنے کی تاکید کی گئی تاکہ ان میں آہستہ آہستہ ایمان آجائے۔

اسلام پر چلنے اور اعمال صالحہ اختیار کرنے سے انسان میں فطری اعمال کی نورانیت اور سچائی کا یقین پیدا ہوتا رہتا ہے، اور انسان کے ایمان میں یقین کی کیفیت بڑھنا شروع ہو جاتی ہے، وہ اندھیرے کے مقابلے اجالے کو سمجھنا شروع کر دیتا ہے اور اس کو ایمان کی لذت ملنا شروع ہو جاتی ہے، گویا اعمال' ایمان کی ورزش اور یکسر سائز ہیں، جب اعمال صالحہ کی ورزش کی جائے تو بار بار عبادات کی وجہ سے ایمان زندہ اور تازہ ہوتا رہے گا، جس طرح ورزش چھوڑ دینے سے جسم میں کمزوری و خرابی آنا شروع ہو جاتی ہے اسی طرح اعمال چھوڑنے سے ایمان میں کمزوری آنا شروع ہو جاتی ہے۔

ایمان گھٹتا اور بڑھتا ہے، اگر انسان پانچ وقت کی نمازوں کی جگہ صرف جمعہ کی نماز ہی ادا کرے تو اس کا ایمان زندہ رہنا مشکل ہو جاتا ہے اور اسلام پر یقین کمزور ہونا شروع ہو جاتا ہے، مگر عبادت و اطاعت کے ذریعہ جو ایمان میں یقین پیدا ہوتا رہتا ہے وہ بے

شعوری، تقلیدی، نسلی وخاندانی، سنی سنایا اور دیکھا دیکھی والا ہوتا ہے، ایسا انسان زبان سے ایمان کے کلمات ادا کر کے دوسروں کی نقل میں عبادات کرتا رہتا ہے، ایسے لوگوں کا ایمان میں یقین ماحول اور معاشرے کا غلام اور محتاج ہوتا ہے، جیسا ماحول اور معاشرہ ملے گا ویسا رنگ اختیار کر لیتا ہے، جس کی عام شکلیں رمضان کے روزے ختم ہوتے ہی یا حج سے واپسی کے بعد یا عرب ممالک سے واپس آنے کے بعد نظر آتی ہیں۔

عمل دو طرح سے کیا جاتا ہے، ایک دیکھا دیکھی، دوسرا علم حاصل کر کے، ایسے لوگ زیادہ تر علم حاصل کئے بغیر عبادات واعمال کے کچھ عادی بنے رہتے ہیں، مگر اسلام کو سچا سمجھتے ہیں، یہ لوگ اکثر اپنے پیر ومرشد کی تلقین وترغیب پر بے شعوری کے ساتھ نماز پڑھ لیتے ہیں، کلمۂ توحید، درود شریف اور ایک پارہ، آدھا پارہ تلاوت بغیر سمجھے کرتے ہیں، کچھ نوافل اور دوسرے اذکار بھی کر لیتے ہیں، لوگوں کی دیکھا دیکھی نماز، داڑھی، پردہ اختیار کر لیتے ہیں، ان کی نماز ان کو برائیوں اور بے حیائیوں سے نہیں روکتی، وہ دین پر آنکھیں بند کر کے اندھی تقلید میں علم حاصل کئے بغیر عمل کرتے رہتے ہیں، ان کے پیرو مرشد انہیں جو بتائیں اسی کو دین سمجھ کر عمل کرتے ہیں، قرآن مجید سے ہدایت حاصل کرنے کے بجائے دنیوی فائدوں' جھاڑ پھونک، تعویذوں اور شیطان کو بھگانے یا برکت یا ختم قرآن کے نام پر رسم ادا کرتے ہیں، ایسے لوگ اللہ کی پہچان حاصل کئے بغیر عبادت کرتے ہیں، ان کا عقیدہ توحید اور شرک کا مجموعہ ہوتا ہے، ان کو سورۂ فاتحہ اور سورۂ فیل سے سورۂ ناس تک سورتیں یاد ہوتی ہیں لیکن ان کا معنیٰ ومطلب نہیں جانتے، ان کا یقین اسلام پر ہوتا ہے لیکن بہت کمزور ہوتا ہے۔

موجودہ زمانہ میں اکثر پیر ومرشد اس طرح کے بے شعوری انداز میں ہر روز نماز، ذکر، تسبیحات اور تلاوتِ قرآن یا پھر ظاہری تبدیلیوں کی تلقین کرتے ہیں جس کی وجہ سے بیرون تو اچھا نظر آتا ہے لیکن اندرون یقین سے خالی رہتا ہے۔

<u>قرآن نے ایمان والوں کو سچوں کی صحبت اختیار کرنے کی تعلیم دی ہے</u>، سچے وہ ہیں

جو اللہ کی معرفت رکھتے ہیں، اللہ کا تعارف کروانے کی فکر کرتے ہیں، جن کے جذبات، خیالات اور خواہشات آخری درجے تک حق اور سچائی کو پسند کرتے ہیں، حق کا ساتھ دینے والے ہوتے ہیں، زندگی کے ہر شعبے میں حق پر چلتے ہیں، باطل سے انتہائی نفرت کرتے ہیں، سب سے زیادہ اللہ کی محبت میں غرق رہتے ہیں، حق پر چلنے میں چاہے دنیا کا کتنا ہی نقصان کیوں نہ ہوجائے برداشت کرتے ہیں، اٹھتے بیٹھتے ہر بات میں اللہ کی تعریف، بڑائی، شکر اور احسان کا اظہار کرتے ہیں، لوگوں کو معرفتِ الٰہی کی تعلیم دے کر مخلوقات سے کاٹ کر اپنے سے نہیں اللہ سے جوڑتے ہیں، یہی لوگ صدّیق کہلاتے ہیں، ان کی صحبت میں بیٹھنے سے ایمان میں یقین کی کیفیت بڑھتی رہتی ہے، جیسے برف کے قریب بیٹھنے سے ٹھنڈک اور آگ کے قریب بیٹھنے سے گرمی ملتی ہے، یہ لوگ ایمان کی روشنی کو اپنے مریدوں میں منتقل کرتے رہتے ہیں، بے شعور اور رسمی مسلمان بن کر رہنے نہیں دیتے۔

قرآن مجید نے ایمان میں یقین پیدا کرنے کے لئے کائنات کی مخلوقات میں اللہ کی صفات پر غور و فکر کرنے کی تعلیم دی، مخلوقات میں اللہ کی صفات کو سمجھنے اور یقین پیدا کرنے کی تعلیم دی گئی، انسان جب کسی کو ڈاکٹر بنانا چاہتا ہے تو تھیوری پڑھانے کے بعد ایک مردہ لاش کو لا کر اس کے جسم کو چیر پھاڑ کر جسم کے سارے نظام اور اعضاء کے کاموں کو سمجھاتا ہے جس کی وجہ سے ڈاکٹر بننے والوں میں علم پر یقین پیدا ہوتا ہے، اسی طرح جب اللہ ذات کے اعتبار سے نظر نہیں آتا مگر کائنات کی مخلوقات میں اس کی بے شمار صفات پھیلی ہوئی ہیں، ان کو سمجھنے اور غور و فکر کرنے سے اللہ کی قدرت پر مضبوط یقین پیدا ہونا شروع ہوجاتا ہے، انسان مخلوقات سے کٹ کر اللہ پر یقین مضبوط کرلیتا ہے، یہ دراصل ورزشِ اعمال کے ساتھ وٹامن کی طرح غذاء ہے، صرف ورزش کریں گے اور وٹامن استعمال نہیں کریں گے تو کمزور ہی رہتے ہیں۔

سچا انسان اپنے ساتھ بیٹھنے والوں کو بے شعوری سے ایمان لانے، بے شعوری سے عبادت، ذکر و تسبیحات کرنے اور بغیر سمجھے تلاوتِ قرآن کی ترغیب نہیں دیتا؛ بلکہ وہ سب سے

پہلے ایمان کی حقیقت سمجھا کر وہ ایمان مفصل کے پورے حصوں کی سچائی وحقیقت سمجھا تا ہے اور اللہ کی معرفت صفات کے ذریعہ سمجھا کر اللہ کے ایک اور اکیلا ہونے کی تعلیم دیتا ہے، فرشتوں کی حقیقت، کتابِ الٰہی کی سچائی، پیغمبر کی ضرورت وسچائی، آخرت پر یقین پیدا کرنے کے طریقے اور تقدیر کی حقیقت سمجھا کر ایمانیات میں یقین پیدا کرنے کی محنت کرتا ہے۔

ایمان مفصل کے حصوں کی سچائی اور حقیقت سمجھے بغیر ایمان میں یقین کی کیفیت پیدا نہیں ہوتی، پھر بنی اسرائیل کے قرآن مجید میں بیان کردہ تذکروں سے ایمان والوں کو نافرمانی اور بغاوت نہ کرنے کی تعلیم دیتا ہے، وہ صرف مسائل اور اعمال کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ بنیاد اور جڑوں پر محنت کر کے اپنی صحبت میں بیٹھنے والوں پر ایمان کا رنگ، اللہ کا رنگ چڑھاتا ہے، مسائل اور اعمال کی تعلیم سے ایمان پیدا نہیں ہوتا، مگر آج کل لوگ زیادہ تر بغیر علم حاصل کئے اسلام پر چلنا چاہتے ہیں، زیادہ سے زیادہ کچھ مسائل اور اعمال سیکھ لیتے ہیں، عقائد، معاشرت، معاملات، اخلاقیات میں اسلام سے دور ہو گئے ہیں۔

سوال:۔ ایمان حلق سے نیچے اُتر کر دل میں جگہ پانے کو کس طرح سمجھیں؟

جواب:۔ جب ایمان دل میں اتر جاتا ہے تو ہاتھوں، پیروں اور دیگر تمام اعضاء سے اسلام نکلنا یعنی اعمال سے ظاہر ہونا شروع ہو جاتا ہے، اس لئے کہ دل میں جو یقین ہوگا اعضاء سے اس کا اظہار ہوگا، جسم کے تمام اعضاء دل کی ترجمانی کرتے ہیں، جس طرح درخت کو جڑیں آجائیں تو زمین کے اوپر وہ پرورش پاتا ہے، پتے، ڈالیاں، پھول اور پھل لگنا شروع ہو جاتے ہیں؛ اسی طرح دل میں ایمان جگہ پالے تو اسلام پر یقین مضبوط ہو جاتا ہے، اور جسم سے اسلام کا پودا ظاہر ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

سوال:۔ ایمان میں یقین پیدا ہونے یا نہ ہونے کو مثال سے سمجھائیے؟

جواب:۔ اگر ایک جگ میں شربت ہو اور اس میں شکر ڈالی جائے اور شکر شربت میں گھلنے کے بجائے نہ گھل کر نچلے حصہ ہی میں جمی رہے اور شربت پھیکا ہی رہے تو شربت کا مزہ اس بات کو ظاہر کرے گا کہ شکر شربت میں نہیں گھلی؛ الگ ہے، اسی طرح ایمان بھی

دل میں نہ اُترے اس کے معنیٰ ہیں کہ ایمان صرف زبان کی حد تک رہ گیا، دل میں یقین کی کیفیت پیدا نہ کر کے وہ بے شعور رہا، اس کے جسم کے اعضاء سے اسلام ظاہر نہ ہوگا۔

اگر کسی جگ میں پانی ہو اور اس میں چٹکی بھر رنگ ڈالا جائے تو رنگ جگ کے پانی کے قطرے قطرے میں داخل ہو کر پانی میں گھل مل کر اپنا اثر پانی میں ظاہر کرے گا، اس کے صاف معنیٰ ہیں کہ رنگ پانی میں پوری طرح گھل گیا ہے، اسی طرح ایمان رنگ کی مثال ہے اور پانی جسم کی مثال ہے، ایمان اگر دل میں یقین پا گیا تو جسم کے ہر عضو سے اس کا اثر اعمال صالحہ (اسلام) کی شکل میں ظاہر ہوگا۔

برف اگر حقیقت میں برف ہو تو اس میں ٹھنڈک ہونا ضروری ہے، ورنہ وہ برف نہیں تصویر ہے، آگ اگر آگ ہو تو اس میں گرمی ہونا ضروری ہے، ورنہ وہ آگ نہیں تصویر ہے، بس اسی طرح ایمان ہو تو اس سے اعمال صالحہ کا نکلنا ضروری ہے۔

سوال:۔ ایمان سے اعمال کا کیا تعلق ہے؟

جواب:۔ اعمال' ایمان کا عکس اور سایہ ہیں، جیسا ایمان ہوگا ویسے اعمال نکلیں گے، اعمال سے ہی ایمان کی پہچان ہوگی۔

سوال:۔ دنیا میں ایک انسان گندی چیز شراب پیتا ہے، اس کا اثر ہو کر اس کی چال، گفتار سب بدل جاتی ہے، اگر کوئی کلمہ پڑھ کر بھی بداعمالیوں میں مبتلا رہے تو اس کی حالت کیا ظاہر کرتی ہے؟

جواب:۔ اگر کلمہ پڑھنے کے بعد بداعمالیوں میں مبتلا رہے، کلمہ کا اثر اعمال میں ظاہر نہ ہو تو اس کی حالت یہ بتلاتی ہے کہ اس میں یقین کی کیفیت پیدا نہیں ہوئی، ایمان دل میں جگہ نہیں پایا۔

سوال:۔ دوسری قومیں اپنے مذہب والوں کو چوری نہ کرنے، جھوٹ نہ بولنے، شراب نہ پینے، زنا نہ کرنے، فساد، لوٹ مار، قتل وغارت گری نہ کرنے، ایمان دار بننے وغیرہ کی تعلیم تو دیتے ہیں مگر وہ ان اعمال سے دور رہ کر زیادہ تر

گناہ میں ملوث رہتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب:۔ ان کے پاس یا تو ایمان کی تعلیم صحیح نہیں، یا ناقص و نامکمل ہے، یا ایمان کی تعلیم ہی نہیں ہے، جس کی وجہ سے ان لوگوں کے دلوں میں ایمان کا بیج نہیں بویا جاسکتا اور وہ لوگ یہ سب تعلیم حاصل کرنے کے باوجود اعمال صالحہ اختیار نہیں کر سکتے۔

سوال:۔ صحیح ایمان پیدا کرنے کے لئے کیا ایمان مفصل کے تمام چھ حصوں کو سمجھنا ضروری ہے؟

جواب:۔ ہاں! صحیح اور شعوری ایمان حاصل کرنے کے لئے ایمان مفصل کے چھ حصوں کو سمجھنا بہت ضروری ہے، جب تک ان چھ باتوں کو سچا نہ مانیں اور ان کا یقین پیدا نہ ہو جائے اس وقت تک ایمان مضبوط نہیں ہوتا، اسلام پر چلانے کے لئے ان کی سچائی کا یقین ہونا ضروری ہے۔

سوال:۔ اگر ایمان مفصل کو نہ سمجھیں اور صرف رٹ لیں اور بغیر سمجھیں یاد کر لیں تو کیا ہوتا ہے؟

جواب:۔ اگر ایمان مفصل کو نہ سمجھ کر صرف یاد کر لیں تو انسان بے شعوری' خاندانی' نسلی اور قانونی ایمان والا بنا رہتا ہے، وہ توحید اور شرک کو نہیں جانتا اور نہ آخرت کی تیاری کرتا ہے، کبھی اسلام پر اور کبھی غیر اسلام پر زندگی گذارے گا۔

سوال:۔ کیا ایمان کے بغیر اعمال صالحہ ظاہر نہیں ہو سکتے؟

جواب:۔ ہاں! ایمان کے بغیر اعمال صالحہ نہیں نکل سکتے، اگر اعمال صالحہ نکلیں بھی تو بے جان اور مردہ ہوں گے، اس لئے کہ وہ اعمال صالحہ اللہ کے حکم کے مطابق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں نہیں ہوتے۔

سوال:۔ دنیا میں بہت سارے غیر مسلم اچھے اعمال کرتے ہیں' کیا ان کے اعمال بیکار ہو جائیں گے؟

جواب:۔ ہاں! جو غیر مسلم ایمان کے بغیر اچھے اعمال کرتے ہیں ان کے اعمال بیکار

کر دیئے جائیں گے، وہ لوگ جب بھی عمل کرتے ہیں وہ اپنے نفس کی خواہش، ماحول و معاشرے کے مطابق یا ریا کاری و نام نمود، قوم پرستی، وطن پرستی، بت پرستی یا باپ دادا کی اندھی تقلید میں کرتے ہیں، یا اپنے باطل عقائد کو پھیلانے کے لئے کرتے ہیں، اللہ کے لئے اس کی خوشنودی کے لئے، اللہ کی اطاعت اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں نہیں کرتے، نیک اعمال اسی وقت قبول ہوتے ہیں جو ایمان کی حالت میں اللہ کے لئے اللہ کے حکم پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر کئے جائیں، بغیر ایمان کے اعمال صالحہ کرنے کی مثال ایسی ہے جیسے مردہ بکری کا گوشت، ہڈی، کلیجی، بھیجا، دل، گردے، زبان، ہاتھ پیر سب ناکارہ ہوتے ہیں، اسی طرح بغیر ایمان کے اعمال صالحہ مردہ و ناکارہ ہو جاتے ہیں، ایمان روح ہے، اعمال جسم، مردہ جانور کو کوئی بھی نہیں خریدتا۔

سوال:۔ ہر زمانے میں قیامت تک دینی تعلیم کا طریقہ کار کیا ہو؟

جواب:۔ جس طرح پیغمبروں نے سب سے پہلے ایمان سمجھایا اسی طرح ہم بھی ہر زمانے میں پہلے ایمان کی تفصیلی اور جامع تعلیم دیں اور ایمان کو مضبوط کریں، ایمان کی سرسری تعلیم دے کر اعمال اور مسائل کی تعلیم دی جائے تو ایسے انسانوں کا اسلام کمزور رہے گا، ہر بچہ کو دین ویسے ہی سکھائیں جیسے غیر مسلموں کو سکھایا اور سمجھایا جاتا ہے۔

سوال:۔ کیا ایمانیات کی سرسری تعلیم دے کر عبادات کی مشق کروا کر ایمانیات پیدا کی نہیں جا سکیں؟

جواب:۔ عبادات کی مشق سے جو ایمان آتا ہے وہ ماحول اور معاشرے کا محتاج ہوتا ہے، کمزور ایمان پیدا ہوتا ہے، اگر ماحول و معاشرہ سے نکل جائے تو اکثر ایسے لوگ اسلام چھوڑ دیتے ہیں، برائے نام مسلمان باقی رہتے ہیں، جس کی مثال اکثر رمضان کے بعد دیکھنے میں آتی ہے۔

☆☆☆☆☆

☆☆☆

ایمان باللّٰہ ○○○○ اللہ تعالیٰ پر ایمان

سوال:۔ انسانوں اور جنوں کو کیوں پیدا کیا گیا؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کو اس کی پہچان کے ساتھ عبادت واطاعت اور بندگی وفرمانبرداری کرنے کے لئے پیدا کیا۔

سوال:۔ جو لوگ اللہ کی پہچان ہی صحیح نہیں رکھتے' کیا وہ اللہ کی صحیح عبادت کر سکتے ہیں؟

جواب:۔ جو انسان اللہ کی پہچان ہی صحیح نہیں رکھتے وہ اللہ کی صحیح عبادت و بندگی نہیں کر سکتے، پہچان نہ ہونے کی وجہ سے ان کی عبادت واطاعت مخلوقات کے ساتھ جُڑ جاتی ہیں۔

سوال:۔ انسان مخلوقات کی طرف کیسے رخ کرتا ہے؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ کی پہچان صحیح نہ ہونے کی وجہ سے وہ اللہ کو برائے نام مانتا ہے، مگر اپنی ضرورتوں میں مثلاً کسی کو مشکل کشا، حاجت روا اور بندہ نواز سمجھ کر بیماری سے نجات، اولاد حاصل کرنے، نوکری، تجارت، موت وحیات، کامیابی و ناکامی اور نفع و نقصان میں مخلوقات سے رجوع ہو کر ان سے مدد مانگتا ہے، منتیں ومرادیں مانگتا ہے، ان سے دعائیں کرتا ہے۔

سوال:۔ اللہ تعالیٰ پر صحیح ایمان لانے کے لئے سب سے پہلے کیا کرنا ہوگا؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ پر صحیح ایمان لانے کے لئے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کو صحیح پہچاننا ہوگا، اسی کو اکیلا اپنا خالق ومالک اور پروردگار مان کر ایمان لانا ہوگا۔

سوال:۔ اگر ایمان کے ساتھ شرک بھی ہو تو انسان و جن کی عبادات قبول ہوں گی یا نہیں؟

جواب:۔ اگر ایمان کے ساتھ شرک ہو یا کوئی نقص ہو تو انسانوں کی تمام عبادات مردود کر دی جائیں گی، قبول نہیں ہوں گی، چاہے وہ نماز پڑھے، روزہ رکھے، زکوٰۃ، صدقہ

خیرات کرے یا حج ادا کرے، غرض کوئی بھی نیکی کرے بیکار ہو جائے گی۔

سوال:۔ کیا انسانوں میں ایسی مثالیں موجود ہیں جو اللہ پر ایمان رکھ کر شرک بھی کرتے ہیں؟

جواب:۔ ہاں! منافق لوگ برائے نام دکھانے کے لئے ایمان رکھتے اور نماز، روزہ اور دیگر عبادات بھی ادا کرتے مگر دل سے ایمان و اسلام کو نہیں مانتے۔

بنی اسرائیل جواَب یہود و نصاریٰ ہیں، وہ اللہ کو مانتے ہیں لیکن شرک بھی کرتے ہیں، قرآن نے ان کو ایمان والا نہیں مانا، اس لئے ان کی تمام عبادتیں بیکار ہو جائیں گی۔

سوال:۔ صحیح اور خالص ایمان کسے کہتے ہیں؟

جواب:۔ صحیح اور خالص ایمان وہ ہے جس کی قرآن مجید نے تعلیم دی، جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو سمجھایا، اس لئے صحیح اور خالص ایمان، صحابہ کرامؓ جیسا ایمان لانا ضروری ہے، وہی ایمان اللہ کے پاس قبول ہے۔

سوال:۔ توحید کسے کہتے ہیں؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ کو ایک اور اکیلا ماننا، توحید ہے۔

سوال:۔ اللہ تعالیٰ کو ایک اور اکیلا کس طرح مانا جائے؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ کو ذات، صفات، حقوق و اختیارات میں ایک اور اکیلا مانا جائے، اور اسی کو توحید کہتے ہیں۔

سوال:۔ اگر کوئی انسان اللہ کو ذات، صفات، حقوق و اختیارات میں سے کسی ایک میں اکیلا نہ مانے تو کیا وہ ایمان والا ہوگا؟

جواب:۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کو ذات، صفات، حقوق و اختیارات میں سے کسی ایک میں ایک اور اکیلا نہ مانے تو وہ ایمان والے نہیں بن سکتے۔

سوال:۔ کیا اللہ ہی دنیا کے تمام انسانوں کا اکیلا مالک اور پالنے والا ہے؟

جواب:۔ ہاں! اللہ تعالیٰ ہی دنیا کے تمام انسانوں، جنوں اور تمام مخلوقات کا اکیلا

مالک و پروردگار ہے۔

سوال:۔ دنیا کے دوسرے مذاہب والے یہ سمجھتے ہیں ہر مذہب والوں کے خدا الگ الگ ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟

جواب:۔ دنیا میں ہر ملک اور ہر قوم کی زبانیں الگ الگ ہیں، وہ اللہ کو اپنی زبانوں میں کسی طرح بڑا ضرور مانتے ہیں اور اُسے اپنی زبانوں کے لحاظ سے پکارتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ سب مذاہب کے خدا الگ الگ ہیں، چنانچہ کوئی پربھو کہتا ہے، کوئی پرماتما کہتا ہے، کوئی سنسکرت میں ایشور کہتا ہے، کوئی گاڈ، کوئی ہندی میں من موہن (دل کا پیارا)، کہتا ہے، اور کوئی فارسی میں خدا کہتا ہے، عربی زبان میں مسلمان اللہ کہتے ہیں، مگر الگ الگ ناموں سے یاد کرنے کی وجہ سے مالک و رب الگ الگ نہیں ہوجاتا۔

سوال:۔ آخر انسان کیسے سمجھیں کہ سب کا خدا اکیلا اللہ تعالیٰ ہی ہے؟

جواب:۔ جس طرح انسان اپنی اپنی زبانوں میں مثلاً پانی کو اردو میں پانی، انگریزی میں واٹر، تلگو میں نیل اور عربی میں ماء کہتے ہیں، جس طرح پانی کو الگ الگ ناموں سے ماننے سے ہر زبان کا پانی الگ الگ نہیں ہوتا اُسی طرح اللہ کو الگ الگ زبانوں میں الگ الگ ناموں سے یاد کرنے سے خدا الگ الگ نہیں ہوجاتا۔

سوال:۔ دنیا میں امتحان کا طریقہ کار کیا ہے؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو دار الاسباب بنایا ہے، اور مخلوقات کی ضرورتوں کو اسباب کے ذریعہ پوری کر رہا ہے، اللہ نے امتحان کی خاطر اپنے اور بندوں کے درمیان اسباب کو رکھا ہے، ایسی صورت میں امتحان یہ ہے کہ انسان اسباب کے درمیان رہتے ہوئے اسباب کو اصل سمجھتا ہے یا اللہ کو اصل سمجھتا ہے، جو انسان اسباب سے بننے بگڑنے کا تصور رکھے اور ان کی پوجا و پرستش کرے وہ ناکام ہوگا اور جو انسان اسباب سے نگاہ ہٹا کر اللہ سے بننے بگڑنے کا عقیدہ رکھے اور اسی کا شکر ادا کرنے کے لئے نماز ادا کرے، اسی کو اپنا پروردگار مانے تو وہ کامیاب ہوگا۔

سوال:۔ کیا اسباب مخلوقات کو نفع ونقصان پہنچا سکتے ہیں؟

جواب:۔ اسباب میں نفع ونقصان پہنچانے کی ذاتی طاقت نہیں ہے، اللہ کے حکم سے وہ کسی کو نفع یا نقصان پہنچا سکتے ہیں، تمام اسباب اور انسان خود بھی اللہ ہی کے محتاج ہیں، دنیا کی تمام مخلوقات انسانوں کی خدمت کر رہی ہیں، گویا اللہ نے ان کو انسان کی خدمت گذار اور نوکر بنایا ہے۔

سوال:۔ قرآن مجید میں ایمان والوں کی سب سے بڑی صفت کیا بتلائی گئی؟

جواب:۔ ایمان والے اللہ سے سب سے بڑھ کر شدید محبت رکھتے ہیں، اللہ کی محبت میں جیتے اللہ کی محبت میں مرتے ہیں۔

سوال:۔ اللہ سے محبت بڑھانے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب:۔ اللہ سے محبت بڑھانے کے لئے اس کے احسانات، انعامات اور نعمتوں پر نظر رکھنی چاہئے اور اس کا شکر ادا کرتے رہنا چاہئے۔

سوال:۔ انسان کا ایمان کامل کب ہوتا ہے؟

جواب:۔ جب وہ اللہ کے لئے دوستی کرتے ہیں، اللہ کے لئے دشمنی کرتے ہیں، اللہ کے لئے دیتے ہیں اور اللہ ہی کے لئے دینے سے رُک جاتے ہیں تو اس شخص کا ایمان کامل کہلائے گا۔

کافر انسانوں کا تصور وخیال

سوال:۔ دنیا میں بعض لوگ اللہ کے نظر نہ پر اس کو نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ جب نظر ہی نہیں آتا تو اُسے کیوں مانیں؟

جواب:۔ دنیا میں اگر اللہ نظر آتا تو سارے انسان اسی کو اپنا مالک مانتے تھے، ہر کوئی اسی کی عبادت واطاعت کرتا تھا، مگر انسانوں اور جنوں کا امتحان نہیں لیا جاسکتا تھا، بلکہ اس دنیا کو پیدا کرنا اور اس کو امتحان گاہ بنانا بے مقصد ہوتا، یہ انسان کی بیوقوفی اور نادانی ہے کہ وہ

محض اللہ کے نظر نہ آنے پر اس کا انکار کردے، اس کو نہ مانے، حالانکہ دنیا میں انسان کو بہت ساری چیزیں جو نظر نہیں آتیں، ان کو بغیر دیکھے مانتا ہے، ان کے ہونے کا اقرار کرتا ہے۔

سوال:۔ انسان جو چیزیں نظر نہیں آتیں ان کو کس طرح مانتا ہے؟

جواب:۔ جو چیزیں انسان کو نظر نہیں آتیں ان کو انسان ان کی علامتوں، نشانیوں اور آثار سے مانتا ہے۔

سوال:۔ وہ کونسی چیزیں ہیں جو انسان کو نظر نہیں آتیں اور وہ ان کو مانتا ہے؟

جواب:۔ انسان ہوا کے نظر نہ آنے کے باوجود اس کی علامتوں کو دیکھ کر اس کے موجود ہونے کو مانتا ہے، ہوا سے سانس، دھول، گرد، ریت، کچرا، پتے اور پردوں کے ہلنے کو دیکھ کر مانتا ہے کہ ہوا ہے، اور وہ طوفانی ہے یا ہلکی چل رہی ہے، سرد ہے یا گرم ہے، سانس لینے میں تکلیف ہونے لگے تو ہوا کے بند ہونے کا اقرار کرتا ہے۔

روح کو بھی بغیر دیکھے انسانوں کی حرکتوں، بات کرنے، چلنے پھرنے، مختلف کام کرنے سے اُسے زندہ مان کر روح کے موجود ہونے کو مانتا ہے اور بغیر حرکت کے آنکھیں ٹھہرا دینے والے کو مردہ تصور کرتا ہے، اسی طرح انسان بجلی کو بغیر دیکھے پنکھوں کے چلنے، مشینوں کے چلنے، شاٹ لگنے، ٹیوب اور بلب کے روشن ہونے سے بجلی کی موجودگی کو مانتا ہے، اس کا انکار نہیں کرتا، چاہے مسلم ہو یا غیر مسلم سب ان چیزوں کو بغیر دیکھے مانتے ہیں اور ان کے ہونے کا یقین رکھتے ہیں۔

سوال:۔ کافر انسان کا کیا عقیدہ ہوتا ہے؟

جواب:۔ کافر انسان اپنے دماغ سے اللہ کے نظر نہ آنے کی وجہ سے کہتا ہے کہ انسانوں کا خدا کو ماننا ایک گمراہ تصور ہے، یہ دنیا خود بخود بن رہی ہے اور خود بخود چل رہی ہے، اس دنیا کا نہ کوئی بنانے والا ہے اور نہ کوئی چلانے والا ہے، سب کام نیچر سے ہو رہے ہیں۔

سوال:۔ کافر انسان اللہ کا انکار کر کے کہتا ہے کہ ہر چیز نیچر Nature سے بن رہی ہے، ان کو کیسے سمجھایا جائے؟

جواب:۔ کافر انسان خدا کا انکار کر کے نیچر Nature کو سب کچھ سمجھتا ہے، حالانکہ نیچر بھی اللہ کی مخلوق ہے، دنیا میں بہت ساری چیزیں فرشتوں کے بغیر اپنی زندگی کے کام کرتی ہیں، ان کی پرورش اور نگہداشت کے لئے اللہ تعالیٰ ان کی طبیعت اور فطرت ہی میں ہدایت رکھ کر پیدا کرتا ہے اور وہ آہستہ آہستہ پرورش پا کر اپنی جنس کے مکمل فرد بن جاتے ہیں، مثلاً مچھر، مکھی، مینڈک، مچھلی، تا نبیل، سانپ کے بچے، مرغی، بطخ اور پرندوں کے بچے بغیر کسی بیرونی ہدایت کے فطری طور پر اپنے اپنے کام کرتے ہیں۔

جانداروں کے جسم کے اعضاء وغیرہ، اللہ تعالیٰ نے بہت ساری چیزوں کی فطرت وطبیعت میں فطری ہدایت رکھی ہے، حالانکہ فطرت ومزاج بھی اللہ نے پیدا کیا ہے، ان چیزوں پر کافر انسان کی نگاہ نہیں رہتی، وہ صرف خدا کا انکار کر دیتا ہے اور اپنے دماغ سے نیچر کو اصل سمجھتا ہے۔

ایسے انسان کو سوچنا چاہئے کہ ہر انسان کا نیچر الگ الگ کیوں ہے؟ ہر انسان مختلف رنگ اور مختلف مزاج وفطرت کا کیوں ہے؟ اگر نیچر سے ہر چیز خود بخود بن رہی ہے تو ہر انسان کا قد، جسامت، فطرت ومزاج الگ الگ کیوں ہیں؟ کوئی بڑی' بھوری' ہری آنکھ والا، کوئی موٹے ہونٹ والا، کوئی چھوٹے ہاتھوں والا، کوئی دبی ناک والا، کوئی لمبے قد والا، کوئی کالا، کوئی گورا، کوئی گندمی کیوں ہے؟ ایک ماں باپ کی اولاد کے چار بچے الگ الگ عقل وفہم اور رنگ ومزاج والے کیوں ہوتے ہیں؟ ہر انسان کی عقل کم یا زیادہ کیوں ہے؟ ہر انسان کی الگ الگ عمریں کیوں ہوتی ہیں؟ گلاب کے پھولوں کے رنگ الگ الگ کیوں ہوتے ہیں، ہر درخت کے پھولوں کی بناوٹ اور خوشبو الگ الگ کیوں ہے؟ ہر پھل کا مزا اور صورت الگ الگ کیوں ہے؟

سوال:۔ ہم ایک کافر انسان سے یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا دنیا میں کوئی چیز بھی بغیر بنائے بنتی ہے اور بغیر چلائے چلتی ہے؟

جواب:۔ اگر ہم کافر انسان سے پوچھیں کہ کیا ایک میز کرسی بغیر کسی بڑھئی کے بن سکتی

ہے؟ کیا کوئی عمارت بغیر کسی بنانے والے کے خود بخود بن جاتی ہے؟ کسی گھر میں لائٹ نل، بجلی اور فرش وغیرہ سب خود بخود بن جاتے ہیں اور کام کرنے لگتے ہیں، اس میں دیواروں پر رنگ خود بخود چڑھ جاتا ہے؟ تو وہ خود کہے گا کہ ایسا کبھی نہیں ہوسکتا، میز، کرسی، گھر بغیر بنائے نہیں بنتے، اس میں تمام چیزیں خود بخود نہیں بن جاتیں بلکہ کسی کو بنانا پڑتا ہے۔

اس کافر انسان کا یہ کہنا کہ کوئی چیز خود بخود نہیں بنتی، جب دنیا کا ایک معمولی گھر یا موٹر یا مشین بغیر بنائے نہیں بنتی اور چلائے بغیر نہیں چلتی تو اُسے سمجھنا چاہئے کہ اتنی بڑی کائنات جس میں لاکھوں مخلوقات ہیں' کیا وہ خود بخود بن گئی اور بغیر کسی مالک اور چلانے والے کے چل رہی ہے؟

اگر کوئی کہے کہ باورچی خانے میں چولہا خود بخود جلنا شروع ہو جاتا ہے، چاول خود بخود پانی سے دھل کر چولہے پر آجاتے ہیں، ترکاری صاف ہوکر خود بخود کٹ کر' گوشت، تیل، نمک اور مرچ خود بخود مل کر برتن میں آجاتے ہیں اور برتن چولہے پر بغیر رکھے خود بخود چڑھ کر تیار ہو جاتے ہیں؟ تو ہم اُس آدمی کو عقلمند نہیں کہتے۔

موجودہ زمانے میں اکثر چیزیں ریموٹ کے کنٹرول سے چلتی ہیں، ریموٹ بھی کسی ایک انسان کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔

سوال:۔ دنیا میں جو چیزیں نظر نہیں آتیں انسان ان کو کیسے پہچانتا ہے؟

جواب:۔ دنیا میں جو چیزیں نظر نہیں آتیں ان کو انسان علامات، نشانیوں اور آثار سے پہچانتا ہے، جیسے ہوا، روح، بجلی، عقل نظر نہ آنے والے مردہ جانور کی بدبو اور پھلوں کی خوشبو۔

سوال:۔ اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کے لئے اس کی نشانیاں اور علامات کیا ہیں؟

جواب:۔ دنیا کی چیزوں کو ہم ان کے نظر نہ آنے کے باوجود علامتوں اور نشانیوں سے پہچانتے اور مانتے ہیں تو اللہ نے اپنی پہچان کے لئے اپنی صفات اور قدرت کو مخلوقات پر غور کرنے کی تعلیم دی ہے، دنیا میں پیدائش اور موت کا نظام چل رہا ہے، ہر مخلوق کو اس کی ضرورت کے مطابق علم و ہدایت دی جارہی ہے، ہر مخلوق کی مختلف طریقوں سے پیدائش اور

پرورش کا نظام چل رہا ہے، ہر مخلوق کی فطرت، صورتیں، مزاج الگ الگ بن رہے ہیں، رحمت کا نظام ہر چیز پر چھایا ہوا ہے، ساری کائنات کی مخلوقات پر کسی انسان کی حکومت، اختیار اور قدرت نہیں، جانداروں اور پودوں میں سانس کا نظام چل رہا ہے، دورانِ خون کا نظام چل رہا ہے، زلزلے، طوفان اور آندھی کے ذریعہ انسانوں کی سرزنش اور پٹائی بھی ہو رہی ہے۔

تو کیا یہ تمام چیزیں ایک کافر اور دہریے انسان کو سمجھ میں نہیں آرہی ہیں؟ آخر وہ عقل کا استعمال کیوں نہیں کرتا؟

سوال:۔ انسان کو مرنے کے بعد جسم کو فناء ہوتا ہوا دیکھ کر کافر انسان کہتا ہے کہ یہ دنیا ہی کی زندگی سب کچھ ہے، یہاں آنا، زندگی گذارنا اور فناء ہو جانا ہے، دوبارہ زندگی وغیرہ نہیں ہے؟

جواب:۔ وہ یہ نہیں سوچتا کہ اس کو زندگی گذارنے کے لئے دو چیزیں جسم اور روح دی گئی ہے، جب موت آتی ہے تو جسم یقیناً فناء ہو جاتا ہے مگر روح کہاں چلی جاتی ہے؟ ہوا میں آکسیجن ہونے کے باوجود کیوں سانس بند ہو جاتی ہے؟ حلق سے غذاء کون واپس کر دیتا ہے؟ اگر نیچر سے موت ہو رہی ہے تو ہر کوئی ایک عمر میں کیوں نہیں مر رہا ہے، جب اس پر موت آتی ہے تو اس کی روح کون نکالتا ہے؟ کس کے حکم سے وہ دنیا سے غائب ہو جاتا ہے؟ آخر وہ مرنے پر کیوں مجبور ہو جاتا ہے؟ جسم تو فنا ہو جاتا ہے' روح کون لے جاتا ہے؟ موت کے وقت وہ آنکھ، دل، دماغ، زبان رکھ کر کیوں دنیا میں اندھا ہو جاتا ہے، کیوں اپنے اہل وعیال کو پہچان نہیں سکتا؟ کیوں دم نکلتے وقت گھبراتا ہے؟ روح کیا چیز ہے؟ وہ کس کے حکم سے جسم میں آتی ہے اور چلی جاتی ہے؟ اس کا مالک کون ہے؟ کیا اس کو یہ سمجھ میں نہیں آتا؟

مشرک انسانوں کا تصور

سوال:۔ مشرک کسے کہتے ہیں؟

جواب:۔ جو انسان اللہ کے ساتھ مخلوقات کو خدائی میں شریک کرے اُسے مشرک

کہتے ہیں۔

سوال:۔ شرک دراصل کس چیز کا نام ہے؟ اس کی تفصیل کیا ہے؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور اس کے حقوق و اختیارات میں مخلوقات کو شریک کرنا شرک ہے۔

سوال:۔ اللہ کی ذات میں شرک سے کیا مراد ہے؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ کو ذات میں ایک اور اکیلا نہ ماننا' ذات میں شرک ہے۔

سوال:۔ اللہ دنیا میں نظر نہیں آتا' اُس کو پہچاننے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ ذات کے اعتبار سے کسی کو نظر نہیں آتا، اس نے اپنی پہچان بندوں کو کروانے کے لئے اپنا تعارف صفات کے ذریعہ کروا رہا ہے، اس کی صفات کو سمجھنے سے اس کی پہچان حاصل ہوتی ہے۔

سوال:۔ ذات و صفات کسے کہتے ہیں؟

جواب:۔ فرض کیجئے کہ ایک شخص کا نام رضوان ہے، اور وہ ڈاکٹر ہے، لوگ انہیں ڈاکٹر صاحب کہہ کر پکارتے ہیں، یعنی ان کا ذاتی نام رضوان ہوا اور ان کے کام کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب پکارا جاتا ہے، اسی طرح ایک انسان ڈرائیور ہے، ان کا ذاتی نام سعید ہے، لوگ ان کو ڈرائیور صاحب کہتے ہیں، ان کے کام کی وجہ سے ان کا صفتی نام ڈرائیور ہوگا اور ذاتی نام سعید ہے۔

سوال:۔ اللہ تعالیٰ کے ذاتی اور صفاتی نام بتایئے؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ ایک اور اکیلا ہے اس لئے اس کا ذاتی نام اللہ ہے، اس کے بے شمار کام ہیں اس لئے اس کے صفاتی نام بھی ہزاروں ہیں، اس نے بندوں کو اپنی پہچان کروانے کے لئے ۹۹/نام نازل کئے ہیں، مثلاً خالق، رب، رحمٰن رحیم، قادر، علیم وغیرہ۔

سوال:۔ انسان' اللہ کے ساتھ ذات میں شرک کس طرح کرتا ہے؟

جواب:۔ اللہ کے ساتھ ذات میں شرک یہ ہے کہ ☆ دنیا کے کئی کئی خدا ماننا، ☆ اللہ

کی خیالی تصویر یا مجسمہ بنانا، ☆ دل میں اللہ کی خیالی تصویر بنانا، ☆ اللہ کے بیوی' بچے اور اہل وعیال اور خاندان ماننا، ☆ مخلوق کو اللہ کا اوتار ماننا، ☆ اللہ کے ساتھ کسی بھی مخلوق کو خدا ماننا، ☆ یا مددگار ماننا یا چھوٹا خدا ماننا ذات میں شرک کہلاتا ہے۔

سوال:۔ انسان' اللہ کی صفات میں شرک کیسے کرتا ہے؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ کی صفات اور کاموں کو مخلوقات میں ماننا صفات میں شرک ہے، مثلاً کسی بھی مخلوق کو اللہ کے علاوہ پیدا کرنے والا، پالنے والا، مشکلات دور کرنے والا ماننا، مسائل حل کرنے والا، بیماری سے نجات دینے والا، موت دینے والا یا زندگی دینے والا ماننا، کسی کو اولاد دینے والا اور نفع ونقصان کا مالک ماننا اور سمجھنا، کسی بھی مخلوق کو غیبی علم رکھنے والا سمجھنا، کسی بھی مخلوق کو ہدایت دینے والا سمجھنا، کسی مخلوق کو مشکل کشا، حاجت روا ماننا، کسی بھی مخلوق کو ہر جگہ حاضر وناظر سمجھنا، یہ سب اللہ کی صفات میں شرک ہے۔

سوال:۔ انسان اللہ کے حقوق میں شرک کیسے کرتا ہے؟

جواب:۔ اللہ کی عبادت کے جتنے طریقے ہیں ان میں سے کسی کو بھی مخلوق کے لئے ادا کرنا' اللہ کے حقوق میں شرک ہے، مثلاً اللہ کے علاوہ کسی مخلوق کو بھی سجدہ کرنا، رکوع کرنا، اللہ کی طرح مخلوق کی تعریف بیان کرنا، مخلوق سے دعاء مانگنا، مخلوق سے منتیں و مرادیں مانگنا، مخلوق سے اللہ سے بڑھ کر ڈرنا اور محبت کرنا، مخلوق کو اللہ سے بڑا ماننا، کسی بزرگ کی قبر کا طواف کرنا، اللہ کی تعظیم کی طرح مخلوق کی تعظیم کرنا، اللہ کو چھوڑ کر' جان بوجھ کر مخلوق کی اطاعت کرنا، نفس کی اطاعت کرنا، پیر یا کسی بزرگ کی شریعت کے خلاف اطاعت کرنا، یہ سب اللہ کے حقوق میں شرک ہے۔

سوال:۔ انسان اللہ کے اختیارات میں شرک کیسے کرتا ہے؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی زندگی کے لئے جو قانون اور ضابطہ بنایا ہے اس قانون اور ضابطہ کے تحت جو حرام وحلال مقرر کیا ہے اور جو فرائض بتلائے ہیں اس سے ہٹ کر انسان اپنی نفس کی خواہش اور دل ودماغ سے انسانوں کے قانون بنا کر اللہ کے

قانون وضابطہ کے خلاف انسانوں کو چلائے تو یہ اللہ کے اختیارات میں شرک ہوگا۔

مثلاً شراب، زنا، جوا، سود، رشوت کو حلال کردے، مرد کی مرد کے ساتھ اور عورت کی عورت کے ساتھ شادی، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ عبادات کو ختم کردے، قتل، چوری، زنا اور شراب کی سزاؤں کو ختم کردے، مرد کو مہر ادا کرنے سے منع کردے وغیرہ، یہ سب اختیارات میں شرک ہوگا، دنیا کے لئے زندگی کا قانون وضابطہ بنانا اللہ کا اختیار ہے، مخلوق کا کوئی اختیار نہیں۔

سوال:۔ مشرک انسان کا عقیدہ کیا ہوتا ہے؟

جواب:۔ مشرک انسان کا یہ خیال وتصور ہے کہ جس طرح ایک ملک کو سنبھالنے کے لئے ایک صدر اور بادشاہ کے ساتھ مختلف وزیر اور نائب ہوتے ہیں اسی طرح اتنی بڑی کائنات کو اکیلا اللہ نہیں سنبھال سکتا، اس کے ساتھ کئی چھوٹے چھوٹے خدا اور مددگار ہیں، اور اس کائنات کا نظام مختلف خدا الگ الگ طریقے سے سنبھال رہے ہیں، مشرکین اللہ کی حکومت کو انسانی بادشاہوں کی طرح سمجھتے ہیں۔

سوال:۔ مشرک انسان کس طرح اللہ کی بادشاہت کو انسانی حکومت کی طرح سمجھتے ہیں؟

جواب:۔ مشرک انسان سمجھتا ہے کہ انسانوں کا خدا الگ ہے، جانوروں کا خدا الگ ہے، نباتات کا خدا الگ، ہوا کا خدا الگ، زمین کا خدا الگ، آسمان کا خدا الگ، سورج، چاند اور ستاروں کا خدا الگ، بارش کا خدا الگ، علم کا خدا الگ، مال ودولت کا خدا الگ، کامیابی وترقی کا خدا الگ، موت وحیات دینے والا، بیماری وصحت دینے والا، اولاد دینے والا، نوکری وتجارت دینے والا، نفع ونقصان دینے والا، ان سب کے خدا الگ الگ ہیں، اس لئے اس کائنات کا نظام ان سب کے ذریعہ چل رہا ہے۔

سوال:۔ مشرک انسان کو توحید کیسے سمجھائی جائے؟

جواب:۔ مشرک انسان کو کہا جائے کہ وہ اپنی عقل کا صحیح استعمال کرے، عام طور پر

مشرک انسان عقل کا استعمال نہیں کرتے اور اپنے ذہن خیال وتصور سے شرک کا عقیدہ پیدا کر لیتے ہیں۔

دنیا کی تمام چیزوں کا نظام ایک دوسرے سے جڑا ہوا ہے، مثلاً ہوا' پانی کو بخارات بنا کر اُڑاتی ہے اور پانی کو بخارات کی شکل میں بادل بنا کر پوری دنیا میں لئے پھرتی ہے، پھر جس ملک اور جس علاقہ میں بارش کا موسم شروع ہوتا ہے یا اللہ کی مرضی ہوتی ہے وہاں اللہ کے حکم سے بارش بن کر وہ بادل برستے ہیں۔

زمین بغیر پانی کے درخت اور پودے نہیں اُگا سکتی، وہ بارش کے پانی کو جذب کر کے پودے اگاتی ہے، پودے بھی بغیر بیج کے نہیں اُگتے' انہیں زمین میں دفن کرنا پڑتا ہے، پھر پودے اور درختوں کو سورج اور چاند کی گرمی اور روشنی سے مدد ملتی ہے' تو وہ اللہ کے حکم سے پھول، پھل اور غلہ واناج پیدا کرتے ہیں، ہر موسم میں وہ الگ الگ پیداوار ظاہر کرتے ہیں، پھر غلہ واناج، ترکاری اور پھل پھلاری کے تمام انسان اور جاندار محتاج ہیں، بغیر غذاء کے وہ زندہ نہیں رہ سکتے، پھر تمام جاندار اپنی اپنی الگ الگ غذائیں گوشت، ترکاری، پھل پھلاری، غلہ اور اناج کی شکل میں کھاتے ہیں، سب پانی اور ہوا کے محتاج ہیں، اگر جانداروں کو ہوا اور پانی نہ ملے تو وہ اپنی زندگی کو باقی نہیں رکھ سکتے، مر جاتے ہیں۔

اس لئے پانی' ابر بننے کے لئے ہوا کا محتاج ہے، زمین' ابر سے پانی برسنے کی محتاج ہے، بیج زمین میں پرورش پانے کا محتاج ہے، پھر درخت و پودے زمین سے نکلنے اور ٹھہرنے کے محتاج ہیں، جاندار درختوں کی غذاؤں کے، ہوا اور پانی کے محتاج ہیں۔

انسان اگر زراعت نہ کرے تو غلہ اناج ہی پیدا نہیں ہوگا، پانی' بخارات نہ بنے تو بادل تیار نہیں ہوں گے، بارش نہ ہو تو زمین پر زراعت نہیں کی جاسکتی، سورج' چاند اور ستارے اپنی گرمی وروشنی نہ دیں تو پیداوار اور تمام جاندار زندگی صحیح نہیں گذار سکتے، تمام جاندار ہوا، پانی، غذا کے محتاج ہیں، زمین نہ رہے تو وہ کہاں رہیں گے؟ انسان جانوروں کے اور جانور انسانوں کے محتاج ہیں، وہ ایک دوسرے کو غلہ واناج، انڈا، گوشت، دودھ، شہد،

روٹی، لکڑی، اون، سواری اور زندگی کے بہت سارے اسباب اور سامان دے رہے ہیں۔

جس طرح ایک موٹر میں موٹر بنانے والی کمپنی بریک، گیر، لائٹ، پٹرول، رفتار کے بٹن، ڈرائیور کے قریب ایک جگہ رکھتی ہے تو موٹر ٹھیک چلتی ہے، ہر چیز کے چلانے والے ڈرائیور الگ الگ نہیں ہوتے، اسی طرح جانداروں کے اعضاء برابر کام کرنے کے لئے ایک ہی روح اور جان کی ضرورت ہے، ہر عضو کے لئے الگ الگ روح نہیں ہوتی، سارا جسم ایک ہی روح کے تحت کام کرتا ہے اور تمام اعضاء ایک دوسرے سے نسبت اور تعلق رکھتے ہیں، غذاء اندر داخل کرنے کے لئے منہ اور دانت چاہیئے، پھر غذاء کی نالی معدے سے ملی ہوتی ہے، معدہ غذاء ہضم کرکے آگے بڑی اور چھوٹی آنتوں میں بھیجتا ہے، پھر وہاں سے ناکارہ غذاء کو الگ الگ کیا جاتا ہے، جگر، رگیں، دل، خون کے ذریعہ غذاؤں کے قوت بخش مادّہ کو پورے جسم کے اعضاء میں تقسیم کرتے ہیں، اس نظام کے صحیح چلنے کے لئے پھیپھڑے، گردے اور دل کا برابر ایک ساتھ کام کرنا ضروری ہے، گردے ناکارہ مادّے کو جسم سے باہر خارج کردیتے ہیں اور ان تمام اعضاء کو کام کرنے اور اپنی اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کے لئے روح یا جان کا ہونا ضروری ہے، اس کے بغیر جسم کے اعضاء کام نہیں کرسکتے، سب ایک دوسرے کے محتاج اور مجبور ہیں۔

بالکل اسی طرح پوری کائنات کی چیزوں کو اپنی اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کے لئے ایک ہی قوت کا کام کرنا ضروری ہے، ورنہ یہ کائنات برباد اور ہلاک ہوجاتی۔

سوال:۔ اگر ایک خدا نہ ہو، بلکہ کئی خدا ہوں تو کائنات کیسے فساد و بربادی کے حوالے ہوجائے گی؟

جواب:۔ مثلاً اگر انسانوں کا خدا الگ ہوتا، زمین کا خدا الگ ہوتا، ہوا کا خدا الگ ہوتا، درختوں اور نباتات کا خدا الگ ہوتا، پانی کا خدا الگ ہوتا، تو غور کیجئے کہ انسانوں کے خدا کو زمین، ہوا، پانی اور نباتات کے خداؤں سے عاجزی سے مدد مانگنی پڑتی کہ وہ انسانوں کی پرورش کے لئے زمین، ہوا، پانی، درختوں کی پیداوار، غلہ و اناج اور غذائیں

استعمال کرنے کی اجازت دیں، اپنی ہوا سے پیاس اور سانس لینے کی اجازت دیں؛ ورنہ اس کی مخلوق مرجائے گی، اگر ہوا یا پانی کے خدا انکار کردیں تو انسان فوراً مرجاتے۔

یا پھر انسانوں کے خدا کو کچھ انسانوں کو سزا دینا ہوتا تو اُسے ہوا پانی، یا زمین کے خداؤں میں سے کسی ایک سے مدد کی بھیک مانگ کر آندھی اور طوفان لانے یا زمین کے خدا سے زلزلے لانے کی بھیک مانگنی پڑتی، اور زلزلے، طوفان یا آندھی کی وجہ سے جانور، درخت و نباتات تباہ ہوجاتے، اس پر جانور اور نباتات کے خداؤں کو غصہ آتا اور وہ کہتے کہ تمہاری مخلوق کو سزا دینے کے لئے تم نے ہماری مخلوق کو کیوں تباہ کردیا؟ ان میں گروپ بندی ہوجاتی اور آپس میں جنگ ہوجاتی اور دنیا میں تباہی و بربادی اور فساد برپا ہوجاتا۔

سوال:۔ مشرک انسان یہ کہتا ہے کہ دنیا میں بادشاہ کے دربار میں جانے کے لئے کسی وزیر کے ذریعہ جانا پڑتا ہے، بغیر واسطے کے نہیں جاسکتے، تو پھر اللہ کے دربار میں بغیر کسی واسطے کے کیسے جاسکتے ہیں؟

جواب:۔ یہ سوال اور سوچ انسانوں کی کم عقلی اور غیر دانشمندی کا ہے، وہ اللہ کو بھی انسانی بادشاہ کی طرح سمجھ رہے ہیں، انسانی بادشاہ دیوار کے پیچھے کیا ہورہا ہے؟ اس کے اپنے محل میں کیا ہورہا ہے؟ اس کے وزیروں کے دلوں میں کون اس کا حامی و مددگار اور دوست ہے؟ کون اس کا دشمن اور مخالف ہے؟ وہ دلوں کی بات اور خیالات کو نہیں جانتا، اللہ تعالیٰ انسانی بادشاہوں کی طرح نہیں ہے، وہ ہر انسان کے دل کا حال جانتا ہے، اندھیری رات میں، سمندر کے اندر، کالے پتھر پر کالی چیونٹی چلتی ہے تو وہ دیکھتا ہے، اس کے چلنے کی آواز سنتا ہے اور اس کا حال جانتا ہے، ہر مخلوق اب کیا کررہی ہے اور آئندہ کیا کرنے والی ہے وہ سب جانتا ہے، اس نے خود قرآن مجید اور پیغمبروں کے ذریعہ بغیر کسی واسطے کے اس سے دعاء مانگنے کی تعلیم دی، بندہ آدھی رات کو اٹھ کر اُسے پکار سکتا ہے، اس کو نیند اور اونگھ تک نہیں آتی، وہ ہر لمحہ و ہر گھڑی انسان کے علاوہ تمام مخلوقات کی فریاد سنتا ہے اور اکیلا مدد کرتا ہے، اس نے بندوں کو تعلیم دی کہ اُسے دل میں پکارو یا آہستہ پکارو وہ

بندوں سے ان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، قرآن مجید اور احادیث کی ساری دعاؤں میں اللہ کو بغیر کسی واسطے اور وسیلے کے پکارنے اور اس کے سامنے اپنی ضروریات پیش کرنے کی تعلیم دی گئی ہے، کسی پیغمبر نے اپنے کسی باپ دادا کے پیغمبر ہونے کے باوجود کسی کی قبر پر جا کر دعائیں نہیں مانگیں، نہ ان کے واسطے و وسیلے سے دعاء مانگی، قرآن مجید نے خاص طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت زکریا علیہ السلام کے' اولاد کے لئے دعاء مانگنے کے طریقے کو پیش کر کے اللہ ہی سے مانگنے کی تعلیم دی۔

سوال:۔ جب اللہ دنیا میں نظر نہیں آتا تو کیا انسان اپنے ذہن کو ایک جگہ رکھنے' اپنے دل اور نفس کی خواہش پر خدا کی کوئی شکل وصورت اپنے ذہن سے بنا سکتا ہے؟

جواب:۔ جب انسان کو ہوا، بجلی، روح، عقل، خوشبو، بدبو، فرشتے نظر نہیں آتے، اگر وہ کسی چیز کی تصویر اتار کر یہ کہے کہ یہ بجلی کی تصویر ہے، یہ روح کی تصویر ہے، یہ ہوا کی تصویر ہے' تو یہ گمراہی اور غلط بات ہے، اسی طرح اللہ کو بغیر دیکھے کوئی خیالی تصویر بنا کر اس کو خدا کی تصویر کہنا یہ انسانوں کی گمراہی اور غلط فہمی ہے۔

سوال:۔ کیا اللہ انسانوں جیسا ہے؟

جواب:۔ نہیں! ہرگز نہیں! اللہ تعالیٰ نہ انسانوں جیسا ہے نہ کسی اور مخلوق جیسا، اور جب اللہ کو کسی نے دیکھا ہی نہیں تو ہم کیسے سمجھیں کہ اللہ انسانوں جیسا ہی ہے، اسی کی طرح ہاتھ، پیر آنکھ، کان ناک، رکھتا ہے، انسان اپنے جسم کے اعتبار سے مجبور ومحتاج ہے، بغیر غذاء، ہوا، پانی کے استعمال کے اس کا جسم زندہ نہیں رہ سکتا، بول وبراز کئے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا، وہ بیمار ہوتا ہے، نیند لیتا ہے، غم اور پریشانی اٹھاتا ہے، بیوی رکھ کر اپنی نفسانی خواہش پوری کرتا ہے، بھلا اگر خدا بھی انسانوں جیسا ہو جائے تو وہ عیب ونقص والا' مجبور ومحتاج ہو جائے گا۔

سوال:۔ کیا خدا کے اہل وعیال ہیں؟

جواب:۔ اہل وعیال، ماں باپ، بیوی، بیٹا بیٹی کی ضرورت اسی کو ہوتی ہے جس کی عمر

محدود ہو، جو پیدا ہوتا ہے اور جس پر موت آتی ہے، جو بچپن، جوانی اور بوڑھاپے سے گذرتا ہو، اللہ نہ پیدا ہوا، نہ اس پر موت آتی ہے، اور نہ اس کی مخلوقات کی طرح محدود عمر ہے، وہ ہمیشہ سے ہر اعتبار سے اکیلا تھا اور اکیلا ہے اور اکیلا ہی رہے گا، بیوی کی ضرورت تو اس کو ہوتی ہے جس کے مرجانے کے بعد اس کی نسل چلے، جانداروں کو اولاد نہ ہو تو ان کی نسل دنیا سے ختم ہوجاتی ہے، اللہ ان تمام حاجتوں سے پاک ہے، اس بات کا قرآن کے سورۂ اخلاص میں کھلا ذکر موجود ہے کہ اللہ نہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس سے کوئی پیدا ہوا۔

سوال:۔ کیا اللہ تعالیٰ کسی انسان کی شکل میں اوتار بن کر زمین پر انسانوں کو سدھارنے کے لئے آتا ہے؟

جواب:۔ اللہ کسی بھی انسان کی شکل میں اوتار بن کر زمین پر نہیں آتا، اس کو اس کی ضرورت ہی نہیں ہے، وہ ہر قسم کی طاقت وقدرت اور ہر ذرّہ کا علم رکھتا ہے، وہ انسانوں کو درست کرنے کے لئے انسانوں ہی میں سے کسی انسان کو چن کر نمائندہ بنا کر بھیجتا ہے، انسان جو معمولی طاقت رکھ کر انسانی حکومت میں طاقت وقوت رکھتا ہے' وہ اپنے صدر مقام پر بیٹھ کر سارے ملک کو اپنے نمائندوں، پولیس اور فوج سے کنٹرول کرتا ہے، اس لئے اللہ کو جو شہنشاہِ کائنات ہے' زمین پر آنے کی ضرورت ہی نہیں۔

سوال:۔ دنیا میں انسان' اللہ کو مانتے ہوئے کس طرح شرک کرتے ہیں؟

جواب:۔ دنیا میں جو لوگ اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں وہ عقل وفہم کا استعمال کئے بغیر سماج وسوسائٹی اور باپ دادا کی اندھی تقلید میں شرک میں مبتلا ہوجاتے ہیں، حالانکہ ان کا ضمیر شرک سے مطمئن نہیں رہتا۔

☆ مشرکینِ عرب اللہ کو سب سے بڑی طاقت مانتے تھے اور اُسے ہر چیز کا خالق بھی مانتے تھے، لیکن اللہ کو کائنات کا تنہاء اور اکیلا مالک نہیں مانتے تھے۔

☆ مشرک انسانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ نے چھ دن میں دنیا بنا کر ساتویں دن تھک کر آرام کرنے کے لئے بیٹھ گیا اور ساتویں دن ہمارے لئے خاص عبادت کا دن مقرر کردیا،

قرآن نے کہا کہ اللہ کو نہ نیند آتی ہے اور نہ ہی اونگ، وہ مخلوقات کی طرح تھکتا ہی نہیں۔

☆ کسی کا یہ خیال ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں اللہ نے طوفان لا کر بے سوچے سمجھے بے انتہاء مخلوق کو پیدا کرنے پر خوب رویا، اتنے آنسو بہائے کہ روتے روتے آنکھیں سوج گئیں اور فرشتوں کو اس کی تیمارداری اور عیادت کرنی پڑی۔

اللہ تعالیٰ بڑا حکیم و دانا' خالق ہے، وہ کوئی کام بیکار نہیں کرتا، وہ مخلوق نہیں ہے کہ اپنے کاموں کی غلطی پر روئے، غلطی تو انسان سے ہوتی ہے۔

☆ کسی کا عقیدہ ہے کہ خدا حضرت یعقوبؑ سے رات بھر کشتی لڑتا رہا، اُسے حضرت یعقوبؑ نے پٹک دیا، تو اس نے تھک ہار کر حضرت یعقوبؑ کو اسرائیل کا لقب عطا کر کے چھٹکارا حاصل کیا۔

حالانکہ اسلام نے تعلیم دی ہے کہ اللہ سے نہ کوئی بڑا ہے نہ طاقتور ہے نہ کوئی اس کے برابر کا ہے، بھلا حضرت یعقوبؑ مخلوق ہو کر معمولی طاقت وقوت رکھ کر خدا سے کیسے لڑ سکتے ہیں، خدا کو مخلوق سے کشتی لڑنے کی ضرورت ہی کیوں پیش آئی ؟ اگر حضرت یعقوبؑ اس کو پٹک دیتے ہیں تو وہ حضرت یعقوبؑ سے کمزور ہو گیا، تو وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے؟

☆ یہود کا عقیدہ ہے کہ اللہ' رب العالمین نہیں ہے، بلکہ رب اسرائیل ہے اور بنی اسرائیل اس کے خاندان والے ہیں، ان کا خدا سے خاص رشتہ ہے، دوسری قوموں سے نہیں، یہ ساری دنیا صرف انہی کے لئے اس نے بنائی ہے، اسلامی تعلیمات میں ہے کہ اللہ صرف مسلمانوں ہی کا نہیں بلکہ ساری کائنات کی ساری مخلوقات کا پرورش کرنے والا ہے۔

☆ کسی کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا اہل وعیال والا ہے، یسوع مسیح یا عزیزؑ نامی بیٹے رکھتا ہے، وہ یسوع مسیح کا باپ ہے، سب کچھ یسوع مسیح کو دے کر خود معطل ہو کر بیٹھ گیا، نجات کے لئے یسوع کو خدا کا بیٹا ماننا ہو گا۔

اگر یسوع بیٹا ہے تو پھر وہ انسانوں کی طرح کیسے پیدا ہوا؟ کھانا کیوں کھاتا تھا؟ اس کو بھی انسانوں جیسی ضرورتیں کیوں تھیں؟ خدا کا بیٹا تو خدا کی طرح ہونا چاہئے۔

☆ خدا نے انسانوں کے گناہ معاف کرنے کے لئے اپنے چہیتے بیٹے کو گنہگار انسانوں کے گناہ معاف کرنے کا کفارہ ادا کرنے کے لئے صلیب پر چڑھا کر قتل کر دیا۔

☆ کسی کے پاس نیکی اور بدی کے خدا الگ الگ ہیں۔

☆ کسی کے پاس تعلیم کے، پیدا کرنے، موت دینے، رزق دینے، دولت دینے وغیرہ سب کاموں کے علاحدہ علاحدہ دیوی دیوتا ہیں۔

☆ مشرکین مکہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں سمجھتے تھے، موجودہ زمانے کے مشرک فرشتوں کو دیوی دیوتا، خدائی طاقت واختیارات والا سمجھتے ہیں، حالانکہ فرشتوں میں کوئی خدائی طاقت واختیارات نہیں، نہ وہ اپنی طرف سے نفع ونقصان پہنچا سکتے ہیں۔

☆ کوئی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ خدا انسانوں کو درست کرنے کے لئے اوتار کی شکل میں انسان بن کر آتا ہے اور زمین پر انسانی جسم میں رہ کر شادیاں کرتا ہے اور تمام انسانی کام کرتا ہے، بچپن، جوانی اور بوڑھاپے سے گذرتا ہے، اگر ایسا ہو جائے تو ہر ملک کے الگ الگ اوتار ماننا پڑے گا، صرف اپنے ملک کے انسانوں کو اوتار کیسے مانیں گے۔

☆ کوئی یہ تصور رکھتا ہے کہ خدا جب جوان ہوا' بیوی کی ضرورت محسوس کیا تو اپنے شریر کو آدھا کاٹ کر اس سے مؤنث بنایا اور پھر جفتی کر کے اُسی سے جانداروں کے نر اور مادہ بنے۔

☆ کوئی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ سب سے بڑا خدا ہے، اس کے ماتحت کائنات کے انتظامات چلانے کے لئے چھوٹے چھوٹے خدا بھی ہیں، ورنہ اتنی بڑی کائنات وہ اکیلے کیسے چلائے گا؟

☆ بعض مشرکین کے نزدیک خدا کی باقاعدہ نسل چلتی ہے، اور بعض وتو خدا کو انسانی صورت وشکل والا ہی سمجھتے ہیں۔

حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔ (بخاری) اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ خدا کی کوئی جسمانی شکل وصورت ہے اور آدم کی شکل اس کی نقل ہے، اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ معنوی صورت میں انسان' اللہ

کی چند صفات کا ہلکا سا پرَتو ہے، صفاتِ الٰہی کی نقل کر سکتا ہے، مشرکین کا اللہ کو اس طرح ماننا ایمان نہیں کہلاتا، اسلام نے اسی لئے ان تمام لوگوں کو مشرک کہا کہ اسلام نے جس طرح اللہ کو صفات کے ساتھ اکیلا ماننے کی تعلیم دی اس طرح ماننا ایمان کہلاتا ہے، ان کا شرک کے ساتھ ماننا اللہ کا انکار ہے۔

سوال:۔ ہم کیسے سمجھیں کہ انسان خدا کا بیٹا نہیں ہے؟

جواب:۔ دنیا میں جانداروں سے جو بھی نسل چلتی ہے وہ اپنی جنس' ماں باپ کی صفات لیکر پیدا ہوتی ہے، مثلاً درختوں اور پودوں سے ان کے اقسام، ان کی ہو بہو صفات ہی لیکر پیدا ہوتی ہیں، جانوروں سے جانوروں کے اقسام اور صفات والے ہو بہو وہی جانور پیدا ہوتے ہیں، اسی طرح انسان سے انسانی صفات والے انسان ہو بہو پیدا ہوتے ہیں، اگر کسی انسان کے بچے کو خدا کا بچہ کہیں تو یہ دیکھنا ہوگا کہ کیا اس میں خدائی صفات ہیں یا انسانی صفات؟ اگر انسان کا بچہ انسانوں کی طرح بھوک، پیاس، تھکن، نیند، بیماری، دکھ درد، بول و براز اور ہنسنے رونے کی صفات رکھتا ہے تو وہ انسان کا بچہ ہی ہوگا، خدا کا بچہ کیسے ہوسکتا ہے، خدا کا بچہ ہو تو وہ ان تمام صفات سے پاک ہونا چاہئے، اس لئے کہ خدا کی پیدائش و موت، بھوک پیاس، تھکن، نیند، اونگھ، بیماری، دکھ درد جیسے صفات نہیں ہیں اور وہ ان صفات سے پاک ہے، خدا کے بچہ میں خدا ہی کی صفات ہو بہو منتقل ہونا چاہئے، اس لئے نہ کوئی خدا کا بچہ ہے اور نہ کوئی اس کی مثل اور مثال ہے۔

سوال:۔ اسلام نے اللہ کو کس طرح ماننے کی تعلیم دی؟

جواب:۔ اسلام نے اللہ کو ماننے کی تعلیم اس طرح دی ہے کہ اللہ اس کائنات کا اکیلا ہی خالق و مالک، رب، حاکم اور منتظم و نگران ہے، جو ہر آن اس کائنات کی دیکھ بھال کر رہا ہے، وہ ہر عیب، ہر نقص اور ہر کمزوری و خرابی اور غلطی سے پاک ہے، اس کا کوئی ساتھی اور مددگار نہیں، وہ اپنی ذات و صفات اور حقوق و اختیارات میں اکیلا ہے، اس جیسا نہ کوئی تھا، نہ ہے اور نہ کبھی ہوگا، وہ نہ پیدا ہوا ہے' نہ اس پر موت آئے گی، وہ مخلوقات کی طرح باپ، بیٹا،

بیٹی اور بیوی جیسے رشتوں سے پاک ہے، اس کا کسی قوم سے کوئی رشتہ نہیں ہے، سب اس کے بندے اور غلام ہیں، وہ مخلوق کی ہر ضرورت کو اکیلا پوری کرتا ہے، ان کی پکار اور دعائیں اکیلا سنتا ہے، اکیلا مدد کرتا ہے، زندگی، موت، نفع ونقصان سب اُسی کے اختیار میں ہے، اس سے بڑا کوئی نہیں، اس کے برابر کا بھی کوئی نہیں، اس جیسی قدرت کسی میں نہیں۔

سوال:۔ دن میں پانچ مرتبہ اذان اور نماز میں اللہ اکبر کے ذریعہ اللہ کو بڑا ماننے کا اقرار کیوں کروایا جاتا ہے؟

جواب:۔ دن میں پانچ مرتبہ اللہ کے بڑے ہونے کا اقرار اس لئے کروایا جاتا ہے کہ انسان اللہ کی بڑائی میں زندگی گذارے، جب وہ اللہ کو بڑا مانے گا تو زندگی کے تمام کاموں میں اس کی اطاعت وبندگی کرے گا، مثلاً شادی بیاہ، تجارت، نوکری دوستی ودشمنی، مال کمانا، خرچ کرنا، لوگوں کے حقوق ادا کرنا، حکومت و اقتدار، پارلیمنٹ، عدالت، کمپنیوں، مسجد سے باہر' غرض ہر جگہ اللہ کی بڑائی میں زندگی گذارے گا، اس لئے کہ یہ انسان کی فطرت سے وہ جس کو بڑا مانتا ہے اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرتا ہے۔

سوال:۔ جو لوگ اللہ کو اللہ اکبر کہہ کر بڑا مانتے' نمازوں میں بار بار اقرار کرتے ہیں مگر زندگی کے کاروبار میں من چاہی زندگی گذارتے ہیں' تو ان کا یہ عمل کیسا ہے؟

جواب:۔ وہ زبان سے اللہ کو بڑا ماننے کے بعد اللہ کی بڑائی میں زندگی نہ گذار کر من چاہی زندگی گذارتے ہیں، ان کا عمل بتلاتا ہے کہ درحقیقت ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترا اور وہ صرف مسجد کی حد تک اللہ کو بڑا مان رہے ہیں، عملی زندگی میں اللہ کو بڑا نہیں مان رہے ہیں۔

☆☆☆☆☆

کتابیں ملنے کا پتہ

Azeem Book Depot, Deoband, U.P. 247554
Cell: 9997177817

ایمان بالملائکۃ (فرشتوں پر ایمان)

فرشتوں پر ایمان لانے کے لئے سب سے پہلے ان کے وجود کو ماننا ہوگا اور ان کے بارے میں حقیقت کیا ہے سمجھنا ہوگا، جو لوگ فرشتوں کی حقیقت نہیں جانتے وہ یا تو ان کو اللہ کے ساتھ شریک کر کے خدا مانتے ہیں یا خدا کی بیٹیاں مانتے ہیں یا ان کو کائنات کے مختلف انتظامات کرنے والے دیوی دیوتا مانتے ہیں یا ان کو اللہ تک جانے کا وسیلہ بھی مانتے ہیں، یہ سب باتیں غلط اور گمراہ کرنے والی اور ایمان سے محروم کرنے والی ہیں، ان کے انکار اور بغض وعداوت سے ایمان باقی نہیں رہتا۔

وہ بس اللہ کی ایک مخلوق ہے، وہ ہر کام اللہ کے حکم سے کرتی ہے، بہت طاقتور اور نورانی مخلوق ہے، وہ نہ مونث ہے نہ مذکر، نہ کسی قسم کی خدائی قدرت رکھتی ہے۔

سوال:۔ فرشتوں کا انکار کرنے سے کونسی چیزوں کا انکار ہو جاتا ہے؟

جواب:۔ فرشتوں کا انکار کرنے سے وہ تمام تفصیل جو قرآن مجید اور احادیث میں ان کے تعلق سے بیان کی گئی ہیں ان کا دینی علوم سے تعلق ختم ہو جاتا ہے اور ان سب کا انکار لازم آتا ہے۔

سوال:۔ فرشتے کس چیز سے پیدا کئے گئے ہیں؟

جواب:۔ فرشتے کسی دوسری جاندار مخلوق کی طرح پیدا نہیں ہوئے، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نور سے پیدا فرمایا ہے، وہ کس قسم کے نور سے پیدا کئے گئے اس کی تفصیل نہیں بتلائی گئی ہے، وہ پاک نورانی مخلوق ہے، ایک طرف وہ اللہ سے حکم لے سکتے ہیں' دوسری طرف پیغمبروں کو حکم پہنچا سکتے ہیں، فرشتے اللہ کے حکم سے کوئی پیغام لے کر پیغمبروں کے پاس پہنچاتے ہیں، ان کو سانس لینے، تھکان، کھانے، بول وبراز کی حاجت نہیں ہے، ان کا کسی قسم کی غذاء نہ کھانے کا ذکر قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں موجود ہے، وہ انسانی شکل میں مہمان کی حیثیت سے ان کے پاس گئے اور کھانے سے ہاتھ روک لیا۔

سوال:۔ فرشتوں کو کیوں پیدا کیا گیا؟

جواب:۔ فرشتے خاص طور پر بارگاہِ الٰہی کے کارندے ہیں، ان کو اللہ نے کائنات کے انتظامات کے لئے پیدا کیا ہے، وہ دن رات صرف اور صرف اکیلے اللہ تعالیٰ کے حکموں پر دوڑتے اور عبادت اطاعت میں مصروف رہتے ہیں، اللہ نے ان کو اپنی عبادت و بندگی، پاکی اور تسبیح بیان کرنے کے لئے پیدا کیا، جس کا ذکر سورۂ بقرہ میں حضرت آدم علیہ السلام کے واقعہ میں ہے، وہ کسی مخلوق کی اطاعت نہیں کرتے۔

سوال:۔ کیا فرشتے انسانوں کی طرح نیکی اور گناہ بھی کرتے ہیں؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نیکی اور گناہ کی طاقت نہیں دی اور نہ وہ کبھی اللہ کی نافرمانی کر کے گناہ کرتے ہیں، ان کو انسانوں کی طرح نفس نہیں کہ نفس کا مقابلہ کر کے اللہ کی اطاعت کریں، ان کا کوئی کام نہ نیکی کہلاتا ہے اور نہ گناہ، ان کے لئے حساب و کتاب، جزاء وسزاء اور جنت ودوزخ نہیں ہے، وہ ہر کام صرف اور صرف اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری ہی کے لئے کرتے رہتے ہیں۔

سوال:۔ کیا فرشتے اپنی طرف سے کسی کی مدد یا کسی کو سزاء دے سکتے ہیں؟

جواب:۔ فرشتے اپنی طرف سے نہ کسی کی مدد کر سکتے ہیں اور نہ ہی کسی کو تکلیف پہنچا سکتے ہیں، وہ جو کچھ کرتے ہیں سب اللہ کے حکم سے ہی کرتے ہیں۔

سوال:۔ فرشتے کائنات میں کیا کام انجام دیتے ہیں؟

جواب:۔ فرشتوں کو اللہ نے مختلف کام پر مامور کیا ہے، کچھ فرشتے ہیں جو صرف اللہ کی تسبیح تہلیل وتقدیس میں مشغول ہیں، کچھ فرشتے نماز کی مختلف حالتوں میں اللہ کی عبادت میں مشغول ہیں، اور کچھ فرشتوں کو اللہ نے دنیا کے مختلف کام سپرد کئے ہیں، ان میں چند اہم فرشتوں کو اللہ نے چند اہم کاموں پر مامور کیا ہے۔

جیسے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو پیغمبروں کی حفاظت و مدد کرنے اور لوگوں کے حالات بتانے پر مامور کیا، اور انہیں اپنا کلام اور پیغام پیغمبروں تک پہنچانے کا کام بھی

سپرد کیا ہے، یہ فرشتہ سب فرشتوں کا سردار ہے اس لئے اللہ تعالیٰ انہیں دوسرے بڑے بڑے کاموں پر بھی مامور فرمایا، ان کے علاوہ کچھ بڑے فرشتوں کے نام یہ ہیں: حضرت میکائیل علیہ السلام، حضرت عزرائیل علیہ السلام، حضرت اسرافیل علیہ السلام۔

ان کے علاوہ کچھ فرشتے انسانوں کے ساتھ رہ کر ان کا نامۂ اعمال لکھتے ہیں، انسان کے مرنے کے بعد قبر میں سوالات کرتے ہیں، مؤمن کی قبر میں اس کی محافظ بن کر رہتے ہیں، جہنمی کی قبر میں اس کو سزاء دیتے ہیں، جنت میں نیک انسانوں کی خدمت کرتے ہیں، جہنم میں ناکام انسانوں کو عذاب دیتے ہیں، اللہ نے کسی کو جنت کا داروغہ بنایا، کسی کو جہنم کا داروغہ بنایا، دنیا میں بارش برسانے، آسمان، ہوا، پانی، پہاڑ، سورج، چاند اور ستاروں کے انتظامات دیکھتے ہیں، ان کو مختلف مخلوقات کا علم الگ الگ دیا گیا ہے، کسی کو صور پھونکنے کا، کسی کو دنیا میں عذابات، زلزلے وطوفان اور آندھی لانے کا کام دیا گیا، اور کسی کو گھروں، محلوں، شہروں اور ملکوں پر رحمت برسانے کا کام دیا گیا، کسی کو قیامت برپا کرنے اور مخلوقات کو ختم کرنے کا کام دیا گیا، روزانہ انسانوں کا نامہ اعمال لکھنے والے فرشتے ہر روز صبح وشام بدلتے رہتے ہیں، غرض وہ اللہ کی مقدس اور پاک نورانی مخلوق ہے جو اللہ کے حکم کے خلاف کوئی بھی کام اپنی مرضی سے نہیں کرسکتی۔

سوال:۔ کیا اللہ تعالیٰ فرشتوں کا محتاج ہے؟ کیا وہ ان کے بغیر اکیلا سب کام نہیں کرسکتا؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں ہے، وہ تو شہنشاہِ کائنات ہونے کے ناطے اپنی شان، عظمت و کبریائی کے مطابق ہر کام اپنے حکم سے اپنی نگرانی میں کرواتا ہے، وہ دنیا کے بادشاہوں کی طرح اپنے کارندوں کو حکم دے کر ان سے غائب اور دور نہیں ہوجاتا، وہ ''کُن'' کہہ کر تمام کام کرتا بھی ہے، وہ جب کسی چیز کو کُن (ہوجا) کہتا ہے تو وہ فرشتوں کے بغیر بن جاتی ہے، یہ اس کی شان وعظمت کے خلاف ہے کہ وہ شہنشاہِ کائنات ہوکر خود چوروں، ڈاکوؤں، قاتلوں، زانیوں، شرابیوں، سودخوروں، رشوت خوروں کو آکر پکڑے

اورسزاءدے،عذاب نازل کرے،ہر مخلوق کے ہر فرد کے پاس جاجا کر سزا دے یا ہر مخلوق کو بلا بلا کر سزا دے یا خود بارش برسائے، یا سورج نکالے یا کسی کو پیدا کرنے کے لئے روح و جان ڈالے یا موت دے، وہ سب کام اپنے حکم سے اپنے سامنے کرواتا ہے، ہر ذرّہ ذرّہ پر نظر رکھتا ہے،اور ہر چیز پر مکمل قدرت رکھتا ہے، ہر چیز کا مکمل علم رکھتا ہے،جس کو جیسا چاہے استعمال کرسکتا ہے،اگر وہ ایسا نہ کرے تو یہ اس کی شان کے لئے زیبا نہیں دیتا، اس کی شانِ کبریائی کے خلاف ہوتا، وہ تمام کام اپنے کارندوں کو حکم دے کر کرواتا ہے، اس کے حکم بغیر ایک پتہ بھی نہیں ہلتا اور نہ گرتا ہے، وہ مخلوقات کی پکار اور دعاء خود سنتا ہے۔

سوال:۔ کیا فرشتے تمام مخلوقات سے زیادہ طاقت اور قوت رکھتے ہیں؟

جواب:۔ ہاں! اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو تمام مخلوقات سے زیادہ طاقت وقوت عطا فرمائی ہے، کوئی مخلوق ان پر قابو نہیں پاسکتی، وہ اللہ کے حکم سے زمین کے حصوں کو پلٹ سکتے ہیں، آسمان سے آگ اور پتھروں کی بارش برسا سکتے ہیں، انسان کی فوجی طاقت، ہتھیار، بم، راکٹ، میزائیل سب کو تباہ کر کے انسانوں کی پٹائی کر سکتے ہیں۔

سوال:۔ بعض لوگوں کا تصور ہے کہ فرشتوں کے علاوہ بزرگانِ دین بھی کائنات کے کام انجام دیتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟

جواب:۔ یہ تصور بالکل غلط ہے، اللہ تعالیٰ نے دنیا میں دو نظام رکھے ہیں، ایک تکوینی نظام، دوسرا تشریعی نظام، تکوینی نظام میں فرشتوں کا عمل دخل اللہ کی اجازت سے ہے، تشریعی نظام میں امتحان کی خاطر انسانوں کو کچھ اختیار و آزادی دی ہے، اس لئے یہ تصور رکھنا کہ کائنات کا نظام بزرگوں سے بھی چل رہا ہے، یہ گمراہی کی بات ہے۔

سوال:۔ کیا فرشتے اپنی شکل بدل سکتے ہیں؟

جواب:۔ ہاں! اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو انسانی شکل وصورت بھی اختیار کرنے کی صلاحیت دی ہے، وہ انسانوں کی موت کے وقت خوبصورت یا بدصورت شکلوں میں آتے ہیں، وہ صحابہؓ کے سامنے انسانی شکل میں آئے، بی بی مریمؑ کے پاس انسانی شکل میں

آئے، حضرت ابراہیمؑ اور حضرت لوطؑ کے پاس اولاد کی خوشخبری اور عذاب کی خبر دینے کے لئے انسانی شکل میں آئے، پیغمبر کے سوا ان کو اصلی حالت میں کسی انسان نے نہیں دیکھا اور نہ دیکھ سکتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اصلی حالت میں دیکھا، صحابہ کرامؓ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ایک صحابی حضرت دحیہ کلبیؓ کی شکل میں پہچان نہیں سکے، وہ اصلی حالت میں عام انسانوں کو نظر نہیں آتے۔

سوال:۔ یہود کونسے فرشتے سے دشمنی رکھتے ہیں اور کیوں رکھتے ہیں؟

جواب:۔ یہود حضرت جبرئیلؑ کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ فرشتہ ہماری راز کی باتیں حضرت محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پہنچاتا ہے، اور ہمیشہ ہماری قوم پر عذابات لاتا ہے، اگر اس کی جگہ قرآن مجید کی وحی کوئی دوسرا فرشتہ لاتا تو ہم ایمان لاتے۔

سوال:۔ قرآن کریمؑ اللہ کے نزدیک حضرت جبرئیلؑ کا مقام کیا بتلاتا ہے؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیلؑ کو معزز ترین فرشتہ بنایا اور بعض روایات میں ہے کہ وہ فرشتوں کے سردار ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں روح القدس یعنی پاک روح، روح الامین یعنی امانت دار فرمایا ہے، سورۃ التکویر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ٥ ذِي قُوَّةٍ عِندَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ٥ مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ ٥

ترجمہ: یہ قرآن یقیناً ایک معزّز فرشتے کا لایا ہوا کلام ہے، جو قوت والا ہے، جس کا عرش والے کے پاس بڑا رُتبہ ہے، وہاں اُس کی بات مانی جاتی ہے، وہ امانت دار ہے۔ (۱۹ تا ۲۱)

اور ایک جگہ یہ بھی فرمایا: جو جبرئیل کا دشمن ہے اللہ بھی اس کا دشمن ہے۔

اللہ نے تمام پیغمبروں کے پاس وحی انہی کے ذریعہ بھیجی ہے، یہ اللہ کا حکم لے کر پیغمبروں کے پاس آتے تھے، اللہ نے تمام فرشتوں کو شرم وحیاء والے نیک بنایا، وہ کبھی بھی اللہ کے حکم میں خیانت نہیں کرتے ہیں۔

سوال:۔ جو فرشتے ہر روز کراماً کاتبین بن کر انسانوں کے اعمال لکھتے ہیں، وہ کیوں نظر نہیں آتے؟

جواب:۔ انسان اس زمانے میں سائنس کی ترقی کی وجہ سے انٹرنیٹ پر اپنی باتیں یا کچھ لکھ کر دنیا کے دوسرے ملکوں میں اپنے رشتہ داروں کو بھیجتا ہے، مگر وہ باتیں لکھنے والے بٹن اور انگلیاں' ہواؤں اور فضاؤں میں نظر نہیں آتے، منٹوں اور سیکنڈوں میں ہزاروں میل بغیر دیکھے پہنچ جاتے ہیں، جب انسان لکھتے ہوئے نظر نہیں آتا تو فرشتے کیا ضروری ہے کہ انسانوں کے اچھے بُرے اعمال لکھتے ہوئے نظر آئیں، اگر نظر آجائیں تو کوئی بھی سی آئی ڈی جاسوس اور پولیس کو دیکھ کر جرم نہیں کرتا۔

سوال:۔ انسان جب مرجاتا ہے تو قبر میں دو فرشتے منکر ونکیر قبر بند ہوتے ہی فوراً آکر سوال جواب کرتے ہیں، یا موت کا فرشتہ ملک الموت بند گھر، بند کمرے، غار اور پانی میں آکر کسی کی روح نکالتا ہے، پھر اس کے ساتھ فرشتوں کی ایک جماعت ہوتی ہے، آخر بند قبر اور بند گھر، غار اور پانی میں وہ کیسے آسکتے ہیں؟

جواب:۔ انسان ہر روز یہ مشاہدہ کرتا ہے کہ ہوا جو انتہائی لطیف ہے اس میں سے روشنی گذر کر زمین پر آتی ہے، ہوا روشنی کو روک نہیں سکتی، یا بند دروازے اور بند کمرے میں ہوا اور روشنی بغیر کسی رُکاوٹ کے آتے ہیں، کانچ کے شیشے میں سے روشنی گذر سکتی ہے، روشنی اپنی گرمی' کاغذ و کپڑے پر ڈال کر جلا سکتی ہے، کانچ کا شیشہ لطیف روشنی و گرمی کے لئے رُکاوٹ نہیں بنتا، جب روشنی، گرمی اور ہوا مخلوق ہیں تو فرشتے ان سے زیادہ لطیف ہیں، وہ بند قبر میں مٹی ہٹائے بغیر یا بند گھر میں کمرے اور دروازہ کھولے بغیر یا پانی یا غار میں آکر روح کیوں نہیں نکال سکتے؟ ان کے لئے مٹی ہٹائے بغیر آنا جانا مشکل نہیں، ان کی لطافت کی وجہ سے مٹی اور دیواریں رُکاوٹ نہیں بن سکتیں۔

انسان ایکسرے مشین سے جانداروں کے جسم کے اندرونی اعضاء کا فوٹو نکالتا ہے، اس ایکسرے میں انسان کا چمڑا، بال، گوشت، سر کی کھوپڑی اور چمڑی نظر نہیں آتے، ایکسرے مشین صرف اندر کے اعضاء کے فوٹو لیتی ہے، درخت اور پودے بغیر پھیپھڑوں کے ہوا یعنی کاربن ڈائی آکسائیڈ اپنے اندر لیتے ہیں اور آکسیجن خارج کرتے ہیں،

مچھلیاں اور پانی کے جانور پانی ہی میں پانی سے آکسیجن لیکر سانس لیتے ہیں، یہ سب ہم کو نظر نہیں آتا، اسی طرح فرشتوں کا مٹی ہٹائے بغیر جانا آنا سب اللہ کی قدرت کے کرشمے ہیں، اللہ نے ان کو ایسی صلاحیت عطا فرمائی ہے۔

سوال:۔ آسمان اور زمین کے درمیان لاکھوں میل کا فاصلہ ہے، آخر فرشتے لمحوں میں زمین پر کیسے آسکتے ہیں؟

جواب:۔ دنیا میں ہم ہر روز دیکھتے ہیں کہ انٹرنیٹ پر ہماری گفتگو اور کاغذات آسانی سے ایک ملک سے دوسرے ملک کو منٹوں اور سیکنڈوں میں چلے جاتے ہیں، ٹی وی پر ہر روز مختلف تصویریں منٹوں میں ہر گھر میں نظر آتی ہیں، ہوائیں تیز رفتاری کے ساتھ ہر روز منٹوں میں میلوں چلی جاتی ہیں، بجلی منٹوں میں ہزاروں میل سے شہروں میں آجاتی ہے، سورج کی شعائیں لاکھوں میل اوپر سے منٹوں میں زمین پر آتی ہیں۔

غور کیجئے ہماری گفتگو، کاغذات، ٹی وی کے مناظر، ہوا اور روشنی مخلوق ہیں، بجلی مخلوق ہے، وہ مخلوق ہوتے ہوئے منٹوں میں اپنا سفر کرتی ہیں تو فرشتے جو اللہ کی ہی مخلوق ہے وہ کیوں آسمان سے زمین پر نہیں آسکتے، بیشک وہ منٹوں اور سیکنڈوں میں زمین پر آسکتے ہیں۔

سوال:۔ فرشتے آسمان سے زمین پر آتے وقت نظر کیوں نہیں آتے؟

جواب:۔ اللہ نے دنیا میں بہت ساری چیزیں ایسی بنائیں جو انسانوں کو نظر نہیں آتیں، اللہ کے دئے ہوئے علم سے انسان خود ایسی مشینیں بناتا ہے جس سے انسان خود اپنی مشین سے نکلنے والی چیزیں نہیں دیکھ سکتا، مثلاً فوٹو لیتا ہے تو ہوا میں عکس نظر نہیں آتا، ٹی وی کے مناظر ہوا میں نظر نہیں آتے اور ٹی وی پر درخت، پہاڑ، اندھیرے، دیواریں اور سمندر ہونے کے باوجود نظر نہیں آتے، جنات نظر نہیں آتے، خون کے اندر کے جراثیم نظر نہیں آتے، روح نظر نہیں آتی، ہوا نظر نہیں آتی، بجلی نظر نہیں آتی، خلاؤں میں اندھیرا نظر نہیں آتا، ہوائی جہاز بڑی تیز رفتار سے اُڑتا ہے، مگر اندر سفر کرنے والوں کو دوڑتا ہوا محسوس نہیں ہوتا، ٹیلیفون کی گفتگو ہواؤں میں سنائی نہیں دیتی، ویڈیو کی اشیاء مشین سے نکل

کر نظر نہیں آتیں، صرف ٹی وی پر نظر آتی ہیں۔

سوال:۔ دوزخ میں دوزخیوں کو سزا دیتے وقت فرشتے کیوں نہیں جلتے ؟

جواب:۔ آگ کو جلنے کے لئے ہوا چاہئے، ہوا میں آکسیجن ہوتی ہے، اگر موم بتی پر گلاس رکھا جائے تو موم بتی کو آکسیجن نہ ملنے سے آگ بجھ جاتی ہے، جب آگ جلتی ہے تو گھروں کی ہوا میں آکسیجن ہوتی ہے مگر آگ اس ہوا کو نہیں جلاسکتی، جب ہوا میں آکسیجن ہونے کے باوجود آگ ہوا کو نہیں جلاسکتی، اگر جلادے تو پورے گھر میں آگ لگ جاتی، حالانکہ دونوں اللہ کی مخلوق ہیں، اللہ کا جس کو جو حکم ہے وہ اپنا کام کرتی ہیں، اسی طرح فرشتے جہنم میں جہنمی کو آگ میں جلائیں گے مگر آگ اللہ ہی کے حکم سے فرشتوں کو نہیں جلائے گی۔

سوال:۔ کیا ایمان مکمل ہونے کے لئے فرشتوں پر ایمان لانا لازم ہے؟

جواب:۔ ہاں! ایمان کے کامل ہونے کے لئے فرشتوں کے وجود کو ماننا اور ان پر ایمان لانا لازم اور ضروری ہے، ان کے انکار سے ایمان باقی نہیں رہتا، یا ان کے ساتھ دشمنی اور بغض وعداوت رکھنے سے ایمان باقی نہیں رہتا۔

سوال:۔ فرشتوں پر ایمان لانے سے سب سے اہم چیز کیا ثابت کرتی ہے؟

جواب:۔ اسلام نے فرشتوں پر ایمان لانا اس لئے بھی لازم کیا ہے کہ اللہ اور پیغمبر کے درمیان وحی کے نازل ہونے کا ذریعہ اور کڑی سمجھ میں آتی ہے، ورنہ فرشتوں کا انکار کرنے کے بعد گویا پیغمبر کو نعوذ باللہ جھوٹا کہنا ہو جائے گا کہ جو یہ کتاب الٰہی کی باتیں پیش کر رہے ہیں وہ اللہ کی طرف سے نہیں بلکہ خود یہ بیان کر رہے ہیں۔

سوال:۔ مشرکین مکہ پیغمبر کو جھوٹا اور کذاب کس وجہ سے کہتے تھے؟

جواب:۔ ان کو یہ بات ہی سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ لاکھوں میل سے فرشتہ ان کے پاس لمحوں میں کیسے آسکتا ہے، لہٰذا یہ اللہ کا نام لیکر جھوٹ بول رہے ہیں کہ یہ کلام الٰہی ہے، انہوں نے اللہ اور پیغمبر کے درمیان فرشتوں کے سلسلہ کو نہ مان کر پیغمبر اور کتاب کا انکار کیا۔

سوال:۔ کتابِ الٰہی پر ایمان لانا کن لوگوں کے لئے آسان ہوتا ہے؟

جواب:۔ جو لوگ فرشتوں کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں اور ان کو مخلوق سمجھتے ہیں وہ آسانی سے سمجھ جاتے ہیں کہ اللہ بذات خود زمین پر آ کر پیغمبر کو احکام نہیں دیتا بلکہ فرشتوں کے ذریعہ وحی نازل کر کے احکام دیتا ہے، لہٰذا پیغمبر جو کلام پیش کر رہے ہیں حقیقت میں وہ کلامِ الٰہی ہی ہے، فوراً متاثر ہو کر ایمان لاتے ہیں۔

سوال:۔ کیا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے بغیر بھی وحی نازل کی ہے؟

جواب:۔ ہاں! اللہ نے بعض وقت حدیث قدسی کے ذریعہ بھی پیغمبر کے قلب پر وحی نازل کی ہے، جانوروں کو تو فطری طور پر ہدایت یافتہ پیدا کرتا ہے، وہ بغیر کسی بیرونی رہنمائی کے انڈوں سے نکلتے ہی اپنا کام کرتے رہتے ہیں، اس لئے اللہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔

سوال:۔ کیا رسول اللہ ﷺ کی بیان کردہ باتیں جو احادیث کہلاتی ہیں وہ بھی وحی کا حصہ ہیں؟

جواب:۔ ہاں! مفسرین نے بتلایا کہ وحی دو قسم کی ہے، ایک وحی متلو اور دوسری وحی غیر متلو، وحی متلو وہ جو اللہ کی طرف سے اللہ ہی کے الفاظ میں نازل ہو اور اس کی تلاوت کی جاتی ہو، وہ قرآن مجید ہے، اور وحی غیر متلو وہ جو اللہ کی طرف سے ہو لیکن الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوں، پیغمبر نے جو احادیث بیان کی ہیں وہ وحی غیر متلو ہے۔

سوال:۔ اللہ نے حضرت آدمؑ کی تخلیق پر فرشتوں کو سجدہ کا حکم دے کر ہم انسانوں کو کیا تعلیم دی؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تعلیم دی کہ انسانوں کو فرشتوں سے سجدہ کروایا گیا' گویا وہ تمام مخلوقات میں افضل اور اشرف ہے لہٰذا دنیا میں سوائے اللہ کے کسی بھی مخلوق کو سجدہ نہ کرے، ساری مخلوق مرتبہ میں انسان سے چھوٹی ہے' انسان افضل ہو کر کمتر مخلوق کے سامنے نہ جھکے، نہ ان سے دعاء مانگے، نہ ان کی عبادت کرے اور نہ ان سے مدد مانگے۔

سوال:۔ فرشتوں کا انکار کرنے سے اللہ کی کس صفت کا انکار ہو گا؟

جواب:۔ فرشتوں کا انکار کرنا گویا اللہ کی صفت ہادی کا انکار ہو گا، اس لئے کہ ہدایت

والا علم امانت داری و دیانت داری کے ساتھ فرشتے پیغمبر تک پہنچاتے ہیں، اگر درمیانی رابطے کا انکار کر دیا جائے تو ہدایت نامہ کا ہی انکار ہو جائے گا، اور ہدایت نامہ نہ مانا جائے گا۔

سوال:۔ حضرت آدمؑ کی پیدائش کی قصہ میں فرشتوں اور آدمؑ کی عبادات اور علم عطا کرنے کے واقعہ کو پیش کر کے انسان کو کیا سبق دیا گیا؟

جواب:۔ حضرت آدمؑ کی پیدائش کے قصہ میں فرشتوں کے دن رات اللہ کی تسبیح، پاکی اور حمد بیان کرنے کو ذکر کر کے ان کے مقابلے حضرت آدمؑ کو تمام چیزوں کا علم عطا کر کے بتلایا گیا کہ عبادات کے ساتھ ساتھ علم حاصل کرنا بہت بڑی فضیلت ہے، افضیلت علم کے ساتھ رہے گی، بغیر علم کے عمل کرنا افضیلت نہیں۔

سوال:۔ فرشتوں کے علم اور انسان کے علم میں کیا فرق ہے؟

جواب:۔ اللہ نے جس فرشتے کو جس کام اور جس چیز پر مقرر کیا ہے وہ اُسی حد تک علم رکھتا ہے، مثلاً بارش برسانے والے کو بارش ہی کا علم ہے، انسانوں کے اچھے برے اعمال لکھنے والوں کو اسی حد تک علم ہے، پہاڑوں، سمندروں، سورج، چاند اور ستاروں، دن رات کے نظام کو چلانے والے فرشتوں کو صرف انہی کاموں کی حد تک علم ہے، مگر انسان کو اللہ نے دنیا کی حقیقت، آخرت، جنت و دوزخ، میدانِ حشر، مقصدِ زندگی، عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاقیات، زمین، آسمان، ہوا، پانی، نباتات، جمادات وغیرہ کا بہت سارا علم عطا فرمایا اور صفاتِ الٰہی کا علم دیا، جنت میں حضرت آدمؑ و حوّا کو رکھ کر اعلیٰ تہذیب و تمدن سکھایا، جس کی وجہ سے انسان سائنس و ٹکنالوجی کے ذریعہ نئی نئی چیزیں بنا رہا ہے۔

سوال:۔ فرشتوں کی اطاعت اور انسانوں کی اطاعت میں کیا فرق ہے؟

جواب:۔ فرشتے نفس کا مقابلہ کر کے اللہ کی اطاعت نہیں کرتے، کیونکہ ان کو نفس ہی نہیں ہے، مگر انسان نفس کا مقابلہ کر کے آزادی و اختیار سے اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔

تفصیل کیلئے ہماری کتاب ''فرشتوں اور وحی پر ایمان میں شعور کیسے دیں؟'' دیکھئے۔

ایمان بالکُتُب (اللہ کی کتابوں پر ایمان)

سوال:۔ ایمان بالکتب اللہ کی کس صفت کا اقرار ہے؟

جواب:۔ ایمان بالکتب یعنی اللہ کی کتابوں پر ایمان' دراصل اللہ کی صفت ہادی کا اقرار ہے، اس لئے کہ انسان کو کتاب ہی سے ہدایت ورہنمائی ملتی ہے، کتاب کا انکار اللہ کی صفت ہادی کا انکار ہے۔

سوال:۔ اللہ نے مخلوقات میں ہدایت کی ضرورت کیوں رکھی؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ضرورتوں کو پورا کرنے اور کائنات کے انتظامات صحیح طریقہ سے چلنے کے لئے ہر مخلوق کا زندگی گذارنے کا ضابطہ وقانون بنایا ہے، اسی لئے ہر مخلوق کو اپنی اپنی ذمہ داری ادا کرنے کے لئے ہدایت ورہنمائی کی ضرورت ہے، اگر اللہ کی طرف سے ہدایت ورہنمائی نہ ملے تو وہ اللہ کی مرضی ومنشاء کے مطابق نہیں چل سکتے تھے۔

سوال:۔ اگر اللہ کی ہدایت ورہنمائی نہ ملے تو کس طرح مخلوقات اپنی ذمہ داری ادا نہیں کر سکتے تھے' مثال دیجئے؟

جواب:۔ اگر مخلوقات کو اللہ کی طرف سے ہدایت ورہنمائی نہ ملتی تو ہوا' پانی کو بخارات نہیں بناتی، اور بخارات' بادل نہیں بناتے، پھر بارش کا موسم نہیں آتا، سورج وچاند وقت پر طلوع اور غروب نہ ہوتے، دن رات کا نظام بگڑ جاتا، سردی وگرمی، برسات، غلہ اناج وغیرہ کے موسم وقت پر نہ آتے، زمین، ہوا، پانی، درخت، حیوانات، سمندر اپنی اپنی ذمہ داریوں سے واقف نہ ہوتے، دنیا کا نظام بگڑ جاتا، مخلوقات کی پرورش مشکل ہوجاتی، اس لئے ہر مخلوق کو قیامت تک زندگی گذارنے کا ضابطہ اور قانون چاہئے۔

سوال:۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو ہدایت دینے کا کیا طریقہ کار رکھا ہے؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کو ہدایت دینے کے لئے دو قسم کا طریقہ کار رکھا ہے، ایک پیدائشی طور پر یعنی تخلیقی طور پر ہدایت یافتہ پیدا کرتا ہے، دوسری باہر سے ہدایت

ورہنمائی حاصل کرنے کا طریقہ رکھا ہے۔

سوال:۔ اللہ تعالیٰ پیدائشی طور پر کونسی مخلوقات کو ہدایت یافتہ پیدا کرتا ہے؟

جواب:۔ تمام حیوانات، نباتات، جمادات، معدنیات، چاند، سورج وستارے، آسمان وزمین، ہوا، پانی وغیرہ تمام عقل نہ رکھنے والی مخلوقات اللہ کی طرف سے پیدائشی طور پر ہدایت یافتہ پیدا ہوتی ہیں اور یہ سب جیسے جیسے بڑی ہوتی ہیں پرورش پاتی ہیں، اللہ کی طرف سے فطری ہدایت ورہنمائی حاصل کرتے رہتے ہیں، ان کو کسی اسکول، کالج، کتاب اور استاد و رہنما کی ضرورت نہیں، وہ بیرونی تربیت کے محتاج نہیں ہوتے، وہ بیرونی تربیت کے بغیر فطری طور پر پرورش پاکر خود بخود اپنی اپنی جنس کے مکمل فرد بنتے ہیں ان کے علاوہ جانداروں کے تمام اعضاء بھی فطری طور پر بغیر ہدایت کے مکمل اعضاء بنتے ہیں اور اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے ہیں۔

سوال:۔ کیا انسان اور جن پیدائشی طور پر ہدایت یافتہ پیدا نہیں ہوتے؟

جواب:۔ ہاں! پوری مخلوقات میں صرف انسان اور جنات ہی دو ایسی مخلوقات ہیں جنہیں پیدائشی طور پر ان کی فطرت میں ہدایت رکھ کر پیدا نہیں کیا جاتا۔

سوال:۔ انسان اور جن کو ہدایت حاصل کرنے کا کیا طریقہ رکھا گیا؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ نے دوسری مخلوقات سے ہٹ کر انسان اور جن کے لئے باہر سے ہدایت حاصل کرنے کا طریقہ رکھا، اور وحی الٰہی نازل کر کے کتاب، پیغمبر، استاد اور مدرسہ سے ہدایت ورہنمائی حاصل کرنا لازم رکھا۔

سوال:۔ اگر انسان باہر سے ہدایت حاصل نہ کرے تو کیا نقصان ہوگا؟

جواب:۔ اگر انسان بیرون سے وحی الٰہی کی روشنی میں پیغمبر سے تربیت و رہنمائی حاصل نہ کرے تو اللہ کا فرمانبردار بندہ اور غلام نہیں بن سکتا اور شیطان کا ساتھی بن جاتا ہے۔

سوال:۔ اگر انسان وحی الٰہی کے ذریعہ یعنی بیرون سے ہدایت حاصل کرے تو کیا فائدہ ہوتا ہے؟

جواب:۔ اگر انسان وحی الٰہی کی روشنی میں بیرون سے ہدایت حاصل کرلے تو اس کی دنیا کی اور آخرت کی بھی زندگی کامیاب گذرتی ہے اور وہ اللہ کا فرمانبردار بندہ بن کر دنیا سے جاسکتا ہے۔

سوال:۔ دوسری مخلوقات کی طرح انسان پیدائشی تخلیقی طور پر ہدایت یافتہ پیدا ہوتا تو کیا نقصان ہوتا؟

جواب:۔ دوسری مخلوقات مثلاً مرغ، مینڈک، ہاتھی، اونٹ کو اللہ تخلیقی طور پر ہدایت یافتہ پیدا کیا جس کی وجہ سے وہ نہ نیکی کرسکتے اور نہ گناہ، وہ اللہ کے ہر طرح فرمانبردار ہیں، وہ جبری و بے اختیاری اطاعت کرتے ہیں، ان کو اپنے کسی عمل پر ثواب اور عذاب نہیں، انسان کو اللہ نے پیدائشی طور پر ہدایت یافتہ پیدا نہ کرکے اپنی مرضی اور چاہت سے باہر سے ہدایت حاصل کرنے نہ کرنے کی آزادی دی ہے، اپنی مرضی و چاہت سے اطاعت و عبادت کرنے کا اختیار دیا، اور اس دنیا کو ان کے لئے امتحان کی جگہ بنا کر نیکی پر ثواب اور گناہ پر سزا دے گا، اس طرح اگر انسان پیدائشی طور پر ہدایت یافتہ پیدا ہوتا تو مرنے کے بعد نیکی اور اطاعت کرنے پر انعام درجات جنت حاصل نہیں کرسکتا تھا، وہ بغیر کسی برائی کی طاقت رکھے بس دوسری مخلوقات کی طرح فرمانبرداری ہی فرمانبرداری کرتا رہتا تھا، اس کی اطاعت میں اس کی مرضی و اختیار کا دخل نہ ہوتا۔

سوال:۔ کیا دنیوی تعلیم سے انسانوں کو ہدایت و رہنمائی نہیں مل سکتی؟

جواب:۔ ہاں! دنیوی تعلیم سے انسانوں کو ان کی اپنی زندگی کی ہدایت و رہنمائی نہیں مل سکتی اور نہ وہ مرنے کے بعد کامیاب ہوسکتے ہیں۔

سوال:۔ دنیوی تعلیم سے انسانوں کو کس قسم کی تعلیم ملتی ہے اور کیا اس سے انسان کامیاب زندگی گذار سکتے ہیں؟

جواب:۔ دنیوی تعلیم سے انسانوں کو دنیا کے کاروبار کی تعلیم ملتی ہے، مثلاً انسانی جسم کا علاج کرنا، حیوانات کا علاج اور دیکھ بھال، نباتات و جمادات سے کس طرح فائدہ اٹھایا

جائے، زراعت کس طرح کی جائے، گھر و محلات، سڑکیں کس طرح بنائی جائیں، دفاتر اور کمپنیوں کا انتظام، بینک کے کاروبار، مختلف قسم کی تیز رفتار سواریاں بنانا، الیکٹرانک چیزیں اور مشینیں بنانا، زمین سے پٹرول نکالنا وغیرہ، دنیوی تعلیم سے انسان کو روحانی تعلیم و تربیت کا ضابطہ اور قانون نہیں مل سکتا اور وہ کامیاب زندگی نہیں گذار سکتا۔

سوال:۔ دنیا کی تعلیم میں کونسی تعلیم نہیں مل سکتی؟

جواب:۔ دنیا کی تعلیم میں حسب ذیل چیزوں کی تعلیم قطعی نہیں مل سکتی:

☆ دنیا کی زندگی کا مقصد کیا ہے۔

☆ اس دنیا کا کوئی مالک ہے یا دنیا بغیر مالک کے ہے؟

☆ دنیا کے کتنے مالک ہیں؟ ایک ہے یا کئی؟

☆ دنیا میں انسان کہاں سے آیا؟ کیوں آیا؟ مرنے کے بعد کہاں جائے گا؟

☆ دنیا میں نیکی کسے کہتے ہیں؟ گناہ کسے کہتے ہیں؟

☆ کیا نیکی اور گناہ برابر ہیں؟ یا ان کا بھی کوئی حساب ہے؟

☆ انسان پر موت کیوں آتی ہے؟

☆ آخرت کیا ہے؟ وہ کیوں رکھی گئی ہے؟

سوال:۔ کتابِ الٰہی کے ذریعہ کس قسم کی ہدایات و تعلیم ملتی ہیں؟

جواب:۔ کتاب الٰہی کے ذریعہ اللہ کی پہچان ہوتی ہے، اس کی صحیح اطاعت و بندگی کا ضابطہ اور قانون ملتا ہے، توحید، شرک، کفر، منافقت، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاقیات کی صحیح تعلیم ملتی ہے، دنیا کی زندگی کا مقصد اور موت، سکرات، عالم برزخ، میدانِ حشر، جنت اور دوزخ کے حالات کی تعلیم ملتی ہے، اللہ کے نزدیک انسانوں کی کامیابی و ناکامی کا ضابطہ اور قانون معلوم ہوتا ہے، اللہ نے دنیا کو انسانوں کے لئے کیوں بنایا اور دنیا میں کن کن چیزوں کو حرام کیا اور کن چیزوں کو حلال کیا، انسانوں کے درمیان پیغمبر کیوں رکھا، پھر ہر چیز کے حقوق کی تعلیم ملتی ہے، یہ ساری باتیں دنیا کی تعلیم میں نہیں ملتیں۔

سوال:۔ کیا شروع زمانے سے انسانوں کو آسمانی ہدایات ملتی رہیں؟

جواب:۔ ہاں! ابتدائی زمانے سے دنیا کے ہر علاقے اور ہر قوم میں اللہ نے پیغمبروں کو بھیج کر وحی نازل کر کے انسانوں کی ہدایت و رہنمائی فرمائی، مگر پیغمبروں کے دنیا سے چلے جانے کے بعد انسانوں نے وحی الٰہی میں تبدیلیاں کر ڈالیں، یا ہدایات کو بھلا ڈالا اور گمراہ انسانوں کی رہبری میں زندگی گذارنا شروع کر دیا، پھر آخری وحی قرآن مجید کی شکل میں قیامت تک کے لئے نازل کر دی گئی۔

سوال:۔ کیا انسان انسانوں کی روحانی تربیت کا ضابطہ اور قانون بنا کر نہیں دے سکتا؟

جواب:۔ انسان خود انسانوں کی روحانی زندگی کی رہنمائی کا ضابطہ و قانون بنا کر نہیں دے سکتا، اگر وہ روحانی قانون اور ضابطہ بنائے تو وہ گمراہی اور ناکامی کا ضابطہ و قانون ہوگا۔

دنیا کے دوسرے مذاہب کے پیشواؤں اور دانشوروں نے اپنے دماغ اور فہم سے وحی الٰہی کے خلاف انسانوں کی روحانی تربیت کے لئے جو ضابطہ اور اصول بنائے وہ ناقص و ناکارہ، گمراہ اور انسانوں کو مرنے کے بعد کامیابی سے محروم کرنے والے ہیں، اور ہر زمانے میں انسان ان کی تعلیمات پر چل کر گمراہی کی زندگی گذارے، انہوں نے اپنے دماغ سے جو اصول و ضابطے بنائے وہ انسانوں کے جسم و روح پر ظلم اور تزکیہ نفس کے غلط طریقے ہیں، تعصب اور عورتوں کو ناپاک، نجس بتلا کر ان کے مقام کو گرا دیا، ان کے ساتھ ناانصافی کی، خدا کی صحیح معرفت ہی نہیں دے سکے، اور انسانوں کی فطرت کے مطابق زندگی کے طریقے انسانوں کو نہ بتلا سکے۔

سوال:۔ انسانوں کی تربیت و رہنمائی کا طریقۂ کار کو آسمان سے نازل ہونے والی وحی کے ذریعہ کیوں رکھا گیا؟

جواب:۔ گمراہ انسانوں نے انسانوں کی تربیت و رہنمائی کے لئے جو ضابطے اور قانون بنائے ہیں اس میں انسانوں کو خدا سے جوڑنے کے بجائے مخلوقات سے جوڑ دیا،

انسان اور خدا میں فرق باقی نہ رکھا، اللہ کی صحیح پہچان نہ کروا سکے اور زندگی گذارنے کے ضابطے غیر فطری دئے، انسانوں کے لئے صحیح ضابطۂ زندگی دنیا اور آخرت کے لئے انسانوں کا خالق ہی دے سکتا ہے، وہ انسانی فطرت کے مطابق فطری ضابطۂ حیات دے سکتا ہے، اس کو کسی سے تعصب اور طرفداری نہیں ہے، وہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا، زبردست انصاف کرنے والا ہے، وہ اپنے بندوں کا فائدہ چاہتا ہے، اس نے بندوں کو فطرت کے مطابق آسان ضابطۂ حیات دیا، جو ان کو دنیا اور آخرت میں کامیاب کر سکتا ہے۔

سوال:۔ دین اور مذہب کسے کہتے ہیں؟

جواب:۔ دنیا کی زندگی گذارنے کا جو طریقہ اللہ تعالیٰ آسمان سے فرشتے کے ذریعہ پیغمبر پر وحی نازل کر کے انسانوں کو پابند کرتا ہے اس کو دین کہتے ہیں، اور انسانوں کے پیشوا اور فلاسفر انسانوں کو اپنی عقل وفہم سے زندگی گذارنے کا جو ضابطہ وطریقہ بتلاتے ہیں وہ مذہب کہلاتا ہے، دنیا میں جتنے آسمانی دین آئے وہ اصلی حالت میں باقی نہیں رہے، اب صرف دین اسلام ایک ہی دین ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا' وہی باقی ہے، پوری دنیا میں دین اسلام کا ضابطہ وقانون ایک ہی ہے، اس کے برعکس دنیا کی ہر قوم اور مذہب والوں کا مذہب ہر ملک میں الگ الگ ہے اور فطرت کے خلاف ہے۔

سوال:۔ پچھلی کتابوں میں دین کیا تھا اور قرآن مجید میں دین کیا ہے؟

جواب:۔ پچھلی کتابوں میں بھی انسانوں کو توحید، رسالت اور آخرت ہی کے نام پر دین سمجھایا گیا، اسی پر نجات کی تعلیم دی گئی تھی، اور قرآن مجید بھی وہی پچھلی آسمانی کتابوں کے دین کو پیش کر کے توحید، رسالت اور آخرت کی مکمل اور صحیح تعلیم دے رہا ہے، اور قرآن مجید تمام پچھلی آسمانی کتابوں کا عطر اور نچوڑ ہے، پچھلی ساری آسمانی کتابوں کی اہم باتیں قرآن میں موجود ہیں، شروع زمانے سے دین یہی رہا ہے، اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

سوال:۔ قرآن مجید میں امت مسلمہ کے لئے جو شریعت دی گئی' کیا پچھلی کتابوں میں بھی یہی شریعت تھی؟

جواب:۔ ہر زمانے میں دین ایک ہی رہا اور اب بھی وہی دین ہے، البتہ اللہ نے مختلف قوموں کے حالات کے اعتبار سے اور امتحان کی خاطر عبادات و اطاعت کے کچھ طریقے الگ الگ رکھے تھے، قرآن کے نازل ہونے کے بعد انسانوں کو اب شریعت محمدی کی پابندی کرنا لازم ہے، اسی میں اب اللہ کی عبدیت و بندگی کرنے میں کامیابی ہے، قیامت تک کے انسانوں کے لئے یہی شریعت رہے گی۔

سوال:۔ پچھلی آسمانی کتابوں پر اب عمل کیوں نہیں کیا جاسکتا؟

جواب:۔ پیغمبروں کے دنیا سے چلے جانے کے بعد پچھلی کتابوں میں تبدیلی کر دی گئی اور پھر ان کو مخصوص قوموں کے لئے نازل کیا گیا تھا، اللہ نے ان کو منسوخ کر دیا، اب ان پر عمل کرنا اللہ کی نافرمانی ہے، اب صرف قرآن مجید ہی پر عمل کرنا انسانوں کے لئے لازم اور ضروری ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر موسیٰؑ بھی زندہ ہوتے تو وہ میری ہی اتباع کرتے، حضرت عیسیٰؑ جب دوبارہ دنیا میں آئیں گے تو وہ اپنی کتاب انجیل پر نہیں بلکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اتباع میں قرآن مجید کے احکام پر چلیں گے۔

سوال:۔ پچھلی کتابوں میں کیا تبدیلی اور خرابی پیدا کی گئی؟

جواب:۔ سب سے پہلے پچھلی کتابوں میں خدا کے کلام کو انسانی کلام کے ساتھ ملا دیا گیا، اور توحید کے ساتھ انسان کو بھی خدا بنا دیا گیا، پچھلی کتابوں میں اب اگر کوئی سابقہ میں نازل شدہ خدائی کلام کو پڑھتا ہے تو اُسے قوموں کے تاریخی واقعات، تفاسیر اور پیغمبروں کی بیان کردہ کچھ باتیں' جو کچھ صحیح اور کچھ غلط ہوں گی، اور بہت سی غیر اخلاقی کہانیاں، پیغمبروں پر تہمتیں اور آخرت کے غلط تصورات پڑھنے کو ملیں گے، پھر پچھلے پیغمبروں کی زندگی کے حالات محفوظ بھی نہیں ہیں کہ پیغمبروں کی زندگی کو سامنے رکھ کر کتاب کو سمجھ سکیں، اور نہ ان پر اتاری گئی کتابوں کی زبانیں زندہ ہیں۔

سوال:۔ کیا قرآن مجید نازل ہونے کے پندرہ صدیوں سے محفوظ ہے؟

جواب:۔ تمام آسمانی کتابوں میں صرف قرآن مجید واحد کتاب ہے جو نازل ہونے

کے دن سے لیکر آج تک اور قیامت تک محفوظ رہے گی، اللہ تعالیٰ نے خود اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اور آج تقریباً پندرہ سو سال سے اس کے لاکھوں حفاظ گذرے ہیں، اس کتاب کو پوری دنیا میں ہر روز کروڑہا مسلمان تلاوت کرتے ہیں اور اس کی اصلی زبان بھی زندہ ہے، ہزاروں دینی مدارس، وعظ و نصیحت اور دروسِ قرآن دنیا کے ہر ملک میں ہر روز دئے جاتے رہتے ہیں، مسلمان دن میں پانچ مرتبہ نماز میں قرآن پڑھتے ہیں۔

سوال:۔ دوسری آسمانی کتابوں کے مقابلے قرآن مجید کے سچی آسمانی کتاب ہونے کو کیسے سمجھا جائے؟

جواب:۔ قرآن مجید کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں صرف خدائی کلام ہے، پیغمبر کے ارشادات، پیغمبر کی زندگی کے سو سال بعد حدیث کی شکل میں علاحدہ جمع کئے گئے ہیں، وہ علاحدہ کتابوں میں ہیں، مفسرین کی تفاسیر کلام الٰہی سے علاحدہ لکھی گئی ہیں، ہر زبان کے ترجموں کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کی اصلی زبان بھی لکھی گئی ہے، جبکہ دوسری آسمانی کتابوں کو خدائی کلام کہہ کر صرف مختلف زبانوں کے ترجمے ہیں، اصلی زبان نہیں ہے، تاریخ اسلام اور پیغمبر کی زندگی کے واقعات علاحدہ ہیں، فقہاء کے مسائل الگ کتابوں میں بیان کئے گئے ہیں۔

پھر قرآن باقاعدہ اللہ کو اللہ اور بندہ کو بندہ ثابت کرتا ہے، اور ایک قرآن کا قاری اللہ کی صفات کو سمجھ کر یقین کرسکتا ہے کہ یہ کلام الٰہی ہے، اس کے نازل ہونے سے آج تک اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، اس کی عربی زبان زندہ زبان ہے، اس میں انسان کو دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت کی مکمل تعلیم دی گئی ہے اور زندگی کے تمام شعبوں میں رہنمائی و رہبری دی گئی اور پھر قرآن پچھلی آسمانی کتابوں کی تائید کرتا ہے۔

اس کے سمجھانے والے اہل علم ہر زمانے میں تھے اور ہیں، جو نئے مسائل عوام کو نہیں معلوم ہوتے ان کو اجتہاد کے ذریعہ اہل علم رہبری کرتے ہیں۔

سوال:۔ پچھلی آسمانی کتابوں پر اب عمل کرنے سے نجات کیوں نہیں ملتی؟

جواب:۔ پچھلی آسمانی کتابوں میں تبدیلیاں کردی گئی ہیں، وہ اب اصلی حالت میں نہیں ہیں، اللہ نے ان کو منسوخ کردیا، ان کے پیغمبروں کی زندگی کے حالات بھی دنیا سے گم ہوچکے ہیں، جو کتاب کو سمجھنے کے لئے بہت ضروری ہوتے ہیں، اب صرف سوائے قرآن مجید کے کسی آسمانی کتاب پر عمل نہیں کیا جاسکتا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات، واقعات وارشادات باقاعدہ سند کے ساتھ محفوظ ہیں، جس کی وجہ سے کتاب الٰہی کو سمجھنا آسان ہے۔

سوال:۔ قرآن نے کم ازکم اپنی جیسی تین آیتیں بنانے کا انسان کو چیلنج کیا، انسان اس کو پورا کرنے میں کیوں ناکام رہا؟

جواب:۔ قرآن نے تقریباً ۱۵/صدی قبل انسان کو اس کلام جیسی تین آیتیں لانے کا چیلنج کیا، مگر انسان ناکام رہا، جس طرح انسان مٹی سے برتن بناتا ہے، مٹی سے گھر بناتا ہے، مٹی سے اینٹ بناتا ہے' مگر مٹی کا بت بناکر اس میں جان ڈالنے سے عاجز ہے، اسی طرح عربی زبان سیکھتا، پڑھتا، لکھتا، بولتا اور دفتری کام کاج کرتا ہے اور شعروشاعری کرتا ہے، جس طرح مٹی میں جان نہیں ڈال سکتا، اسی طرح کلامِ الٰہی عربی زبان میں ہونے کے باوجود عربی زبان میں اس طرح کا کلام نہ بناسکا، خود پیغمبر کی زبان عربی ہونے کے باوجود اس طرح وہ احادیث بیان نہ کرسکے۔

سوال:۔ قرآن مجید کے بعد اب دنیا کے انسانوں کو نئی کتاب کی ضرورت کیوں نہیں ہے؟

جواب:۔ جب قرآن مجید قیامت تک کے لئے آخری وحی الٰہی کی شکل میں نازل ہوگیا ہے اور وہ صحیح حالت میں موجود ہے، اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے، الفاظ اور اس کے معانی ومطالب سب کی حفاظت اللہ فرمارہا ہے تو اب نئی کتاب کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

سوال:۔ نئی کتابِ الٰہی کی ضرورت کب ہوتی ہے؟

جواب:۔ نئی کتابِ الٰہی کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب کسی قوم میں کتاب

نازل نہ ہوئی ہو یا کسی قوم نے پیغمبر کے چلے جانے کے بعد اس کے احکام میں تبدیلیاں کردی ہو، یا کتاب کو گم کر دیا ہو، یا کتاب کے خلاف اپنے نفس کی ترغیبات سے نئے نئے طریقے ایجاد کر لئے ہوں۔

سوال:۔ سائنس کی وجہ سے دنیا خوب ترقی کر رہی ہے اور بہت ساری چیزوں میں تبدیلی بھی آگئی ہے، پھر چودہ سو سال پہلے جو احکام قرآن میں نازل ہوئے انہیں کیوں تبدیل نہیں کیا جاسکتا؟

جواب:۔ انسانی سائنس ترقی کرنے سے انسانوں کو دنیا میں زندگی گذارنے کے نئے سامان اور نئی چیزیں مل رہی ہیں، سائنس کا تعلق روحانیت سے نہیں' سائنس انسانوں کو زراعت کرنے کا طریقہ، جسمانی علاج کا طریقہ، نئے ہتھیار بنانے کا طریقہ، نئی مشینیں اور موٹر گاڑیاں، تیز رفتار ہوائی جہاز، راکٹ، کشتیاں، مضبوط بنگلے اور محلات بنانا تو سکھا سکتی ہے مگر اللہ کی عبادت واطاعت، حلال وحرام، پاک وناپاک اور نیکی اور برائی نہیں بتلا سکتی، پچھلے زمانوں میں انسان غذا منہ سے کھاتا، منہ سے چباتا تھا، انسان پچھلے زمانے میں بھی ماں کے پیٹ سے نو مہینوں میں پیدا ہوتا تھا، پچھلے زمانوں میں انسان' بیل بنڈی، گھوڑا گاڑی وغیرہ میں پھرتا تھا اور آج ہوائی جہاز، ریل، موٹر گاڑی، بحری جہاز، ہیلی کاپٹر اور راکٹ وغیرہ میں پھر رہا ہے۔

غرض بہت سارے دنیوی اہم کام تو ویسے ہی کر رہا ہے جیسے پچھلے زمانوں میں کرتا تھا، ٹیلیفون، انٹرنیٹ، ٹی وی اور موبائل کی ایجاد وغیرہ کو زمانے کی تبدیلی سمجھ کر وحی الٰہی کی تعلیم کو کیسے تبدیل کیا جاسکتا ہے؟ پڑھے لکھے ہونے کے باوجود گمراہی، گناہ، بداعمالیاں وہی ہیں' انداز نئے ہیں، شرک، کفر اور نفاق ویسا ہی کیا جارہا ہے، توحید جس طرح سمجھائی جاتی تھی آج بھی ویسی ہی سچائی کے توحید سمجھائی جائے گی، اس کو کیسے بدلا جاسکتا ہے؟!

سوال:۔ قرآن مجید پر کس طرح ایمان لایا جائے؟

جواب:۔ قرآن مجید میں اللہ نے جو احکام عمل کرنے کے لئے دئے ہیں اور جن

چیزوں سے منع کیا ہے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں من وعن ویسے ہی اللہ کا حکم ماننا اور ایمان لا کر ان پر عمل کرنا ہے، جس طرح توحید اختیار کرنے کی تعلیم دی ہے ویسے ہی ایمان اختیار کرنا، دنیا کو اصل نہ سمجھنا، مرنے کے بعد آخرت کی زندگی کو اصل سمجھ کر جزاء اور سزاء کا عقیدہ رکھ کر آخرت کی تیاری کرنا' ایمان کہلاتا ہے، دن میں پانچ مرتبہ نماز ادا کرنا، پردہ کرنا، حرام وحلال کا خیال رکھنا' قرآن مجید کو اللہ کا سچا کلام مان کر ایمان کامل رکھنا، اور جان بوجھ کر قرآن کی حرام باتوں کو حلال کر لینا اور اللہ کے احکام کے خلاف چلنا' ایمان کے خلاف ہے، قرآن کو تعویذ گنڈوں، یا جھاڑ پھونک اور صرف برکت کی کتاب نہ بنانا۔

سوال:۔ دنیا میں آسمانی کتاب کی سچائی کی پہچان کیا ہے؟

جواب:۔ جس کتاب میں خالق اور مخلوق کا تصور الگ الگ دیا جائے، خالق کو خالق اور مخلوق کو مخلوق سمجھایا جائے، توحید کی صاف ستھری تعلیم ہو، شرک کو توحید کے ساتھ نہ ملایا جائے، انسانوں کی زندگی کا صحیح مقصد سمجھایا جائے، انسانوں کو دنیوی زندگی گذارنے کا فطری ضابطہ وقانون جو عقل کو متاثر کرنے والا ہو' بتلایا جائے، تزکیہ نفس کے لئے غیر فطری تعلیم نہ ہو، زندگی کے تمام شعبوں کی رہبری ہو، مرنے کے بعد آخرت کا صحیح تصور جو عقل میں آنے والا ہو' تو جن آسمانی کتابوں میں اس طرح کی تعلیم ہوگی وہ سچی آسمانی کتاب ہوگی، وہ صرف قرآن مجید ہی ہے۔

سوال:۔ کیا دوسرے مذاہب کے لوگ اگر قرآن کی تعلیم کے مطابق کچھ بات کریں تو کیا ہم اس کی تائید کریں؟

جواب:۔ ہاں! اگر کوئی غیر مسلم قرآن وحدیث کی کسی بات کو اپنی گفتگو میں بیان کرے تو ہمیں دل وجان سے اس کی تائید کرنا اور ماننا ہوگا، انکار کرنے پر قرآن کا انکار ہو جائے گا، مسلمان ہمیشہ حق اور سچائی کو مانتا ہے چاہے وہ کسی کی بھی زبان سے نکلے۔

سوال:۔ پچھلی آسمانی کتاب والے اپنی کتاب کی مشترکہ باتیں جو قرآن میں موجود ہیں وہ اگر سن کر قرآن کا انکار کر دیں تو انکا یہ عمل کیسا ہے؟

جواب:۔ اگر غیر مسلم اپنی کتاب کی مشترکہ باتیں جو قرآن میں ہیں سن کر قرآن کا انکار کر دیں تو وہ گویا اپنی کتاب کا بھی انکار کر رہے ہیں اور اپنی کتاب کی توہین کر رہے ہیں۔

سوال:۔ حضرت محمد ﷺ کی نشانیاں اور پیشین گوئیاں جو پچھلی کتابوں میں تھیں ان کو جان کر اگر کوئی حضور ﷺ کا انکار کرے تو اس کا یہ عمل کیسا ہے؟

جواب:۔ حضرت محمد ﷺ کی نشانیاں، علامتیں اور پیشین گوئیوں کو پڑھنے اور جاننے کے بعد بھی حضور ﷺ کا انکار کرنا اپنی کتاب کو نہ ماننا اور اپنی کتاب کا انکار کرنا ہے۔

سوال:۔ اگر کوئی قرآن مجید کے احکام ماننے کے باوجود اپنا فیصلہ اہل علم اور قرآن جاننے والے سے کروانے کے بجائے غیر مسلموں کی عدالت میں لیجا کر فیصلہ چاہے تو اس کا یہ عمل کیسا ہے؟

جواب:۔ منافق لوگ اور یہوؤ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جہاں ان کے حق میں فیصلہ ہو اور فائدہ حاصل ہوتا ہو وہاں لیجا کر فیصلہ کرواتے تھے، چنانچہ تورات کے احکام کے مطابق اگر ان کو سزاء ملتی تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر اسلامی شریعت سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے اور اپنی کتاب کے قانون سے بچنا چاہتے تھے، اگر کوئی ایسا کرے اور قرآن کے احکام سے بچنے اور دنیا کا فائدہ حاصل کرنے کے لئے غیر مسلموں کی عدالت میں اپنا مسئلہ لیجا کر فیصلہ کروانا چاہیں تو یہ منافقانہ عمل ہوگا، یہ عمل ایمان کے خلاف ہے۔

سوال:۔ قرآن مجید کی تعلیم اور احکام کس طرح فطرت کے مطابق ہیں' توحید کس طرح فطرت کے مطابق ہے' اُسے کیسے سمجھائیں؟

جواب:۔ انسان فطری طور پر یہ مانتا ہے کہ اس کائنات کا ایک ہی خدا ہونا چاہئے، اگر کئی خدا ہوں تو یہ کائنات تباہ ہو جائے گی، اور یہ کائنات اُس خدا کی ذاتی ملکیت ہو، انسان فطری طور پر یہ مانتا ہے کہ کسی چیز کے صحیح چلنے کے لئے ایک ہی ذات کا کنٹرول ہو، تب ہی وہ چیز صحیح نظم وضبط کے ساتھ چل سکتی ہے، انسان فطری طور پر یہ مانتا ہے کہ اس کائنات کا خدا پیدائش اور موت سے پاک ہو ورنہ یہ کائنات برباد ہو جائے گی، انسان

فطری طور پر یہ مانتا ہے کہ اس کائنات کا خدا بچپن، جوانی اور بوڑھاپے سے پاک ہو تبھی یہ کائنات صحیح چل سکتی ہے، انسان فطری طور پر یہ مانتا ہے کہ اس کائنات کے خدا کو کائنات کی تمام چیزوں کا علم ہو تبھی یہ کائنات صحیح چل سکتا ہے، انسان فطری طور پر یہ مانتا ہے کہ اس کائنات کے خدا کو ہر چیز پر تصرف واختیار ہو، ورنہ یہ کائنات نہیں چل سکتی۔

انسان فطری طور پر یہ مانتا ہے کہ اس کائنات کے مالک کے کوئی رشتہ دار اور اہل و عیال نہ ہوں، ورنہ یہ کائنات نہیں چل سکتی، انسان فطری طور پر یہ مانتا ہے کہ کائنات کے مالک میں مخلوقات جیسا تغیر اور عیب ونقص نہ ہو، ورنہ یہ کائنات کی ضرورتیں پوری نہیں ہوسکتیں، انسان یہ بھی مانتا ہے کہ اس کائنات کا مالک مکمل قدرت والا ہو، اس کو ہر مخلوق کا پورا پورا علم ہو اور وہ اکیلا حاکم اور کنٹرول کرنے والا ہو، تبھی یہ کائنات صحیح چل سکتی ہے، انسان فطری طور پر یہ بھی مانتا ہے کہ اس سے بڑا یا اس کے برابر کا کوئی نہ ہو، ورنہ یہ کائنات نہیں چل سکتی، اس نے انسانوں کو عبادات کے جو طریقے سکھائے وہ سب انسانی فطرت کے مطابق ہیں، انسان فطری طور پر احسان مان کر شکر کے جذبے میں اپنے محسنِ حقیقی کے سامنے بے عزت اور فنا ہونا چاہتا ہے، نماز اسی کا اظہار ہے۔

اللہ نے انسانی کلچر میں عورتوں کے لئے پردہ کا نظم رکھا ہے جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہے، اس نے انسانی فطرت کے مطابق گندی اور ناپاک چیزوں کو حرام رکھا جس سے انسان کے جسم اور اخلاق کو نقصان ہوسکتا ہے، انسان فطرتاً گندی و ناپاک چیزوں سے دور رہتا ہے، اس نے انسانی فطرت کے مطابق پاک اور فائدہ دینے والی چیزوں کو حلال رکھا جس سے انسان صحت مند رہتا ہے، چوری، جھوٹ، دھوکہ بازی، قتل و خون کو انسان خود پسند نہیں کرتا، ان سب چیزوں سے نفرت کرتا ہے۔

اس نے انسانوں کو فطرت کے مطابق گندگی سے پاک رہنے کے لئے وضو، غسل، طہارت کا طریقہ سکھایا، غریبوں کی مدد کے لئے زکوٰۃ کا طریقہ رکھا۔

سوال:۔ کیا سنیاس لینا، نن، سسٹر، برادر و فادر بن کر مذہب کے لئے

وقف ہو جانا صحیح ہے؟

جواب:۔ اسلام نے انسانوں کو رہبانیت کی تعلیم نہیں دی، انسان خود اپنی طرف سے رہبانیت اختیار کر کے برادر، سسٹر، نن اور فادر بن جاتا ہے، اور زندگی بھر اہل وعیال، بیوی بچوں سے دور رہتا ہے، نوکری تجارت اور کمائی نہیں کرتا۔

انسان کی یہ فطرت ہے کہ وہ دو قدم بھی اپنی فطرت کے خلاف چل نہیں سکتا، مثلاً اگر اس نے زندگی بھر گیروے رنگ کے کپڑے پہننے کا ارادہ کر لے، نکاح نہ کرنے کا ارادہ کر لے، گوشت نہ کھانے کا ارادہ کر لے تو وہ اپنی فطرت کے مطابق ناکام ہو جاتا ہے، اس لئے کہ انسان ہمیشہ ایک ہی رنگ کے کپڑے پہن کر نہیں رہ سکتا، ایک ہی کھانا نہیں کھا سکتا، خاندان اور اہل وعیال کے ساتھ رہنا چاہتا ہے، جنگلوں اور ویرانوں میں رہنا نہیں چاہتا۔

سوال:۔ قرآن انسان کو رہبانیت کے بجائے کس قسم کی تعلیم دیتا ہے؟

جواب:۔ قرآن نے انسان کو یہ تعلیم دی کہ انسان لوگوں کے ساتھ رہے، ان کی اصلاح کرے، ان کی کڑوی کسیلی باتوں کو برداشت کرے، نکاح کرے، اہل وعیال کی پرورش کرے، دعوتِ دینِ اسلام دے، حلال رزق کمائے، فضول خرچی نہ کرے، زمین کے انتظامات اللہ کے قانون کے مطابق چلائے، زندگی کے ہر شعبہ میں اپنے پیغمبر کی اتباع کرے، جنگلوں میں جانا، تجارت و نوکری نہ کرنا، فقیر اور مفلس بن کر لوگوں سے بھیک مانگتے پھرنا، مجاور بن کر کام دھندا نہ کر کے دوسروں پر بوجھ بن کر زندگی گذارنے کی تعلیم اسلام نہیں دیتا، سب کے حقوق ادا کرنا اسلام ہے۔

سوال:۔ قرآن مجید کے ایک مسلمان پر کیا کیا حقوق ہیں؟

جواب:۔ قرآن مجید کے مسلمانوں پر پانچ حقوق ہیں، (۱) صحیح طریقہ پر ایمان لانا، (۲) صحیح تلاوت کرنا، (۳) صحیح سمجھنا، (۴) اس پر عمل کرنا، (۵) دوسروں تک پہنچانا۔

تفصیل کے لئے ہماری کتاب ’’فرشتوں اور وحی پر ایمان میں شعور کیسے دیں؟‘‘ اور ’’وحی اور مذہب کی ضرورت کیوں ہے؟‘‘ ضرور پڑھئے۔

ایمان بالرِّسالۃ (رسولوں پر ایمان)

سوال:۔ اللہ کے پیغمبر کی ذمہ داری کیا ہوتی ہے؟

جواب:۔ جس طرح حکومت اور عوام کے درمیان گورنر اور وائسرائے ہوتا ہے اور وہ حکومت سے احکام لیکر عوام تک پہنچاتا ہے' خود بھی ان احکام کی پابندی کرتا ہے، اسی طرح پیغمبر اللہ سے احکام لیکر بندوں تک پہنچاتا ہے اور خود بھی ان احکام پر عمل کرتا ہے۔

سوال:۔ ایمان بالرسالۃ کا اقرار اللہ کی کس صفت کا اقرار ہے؟

جواب:۔ انسانوں کو اللہ کی ہدایت ملنے کا ذریعہ پیغمبر ہوتے ہیں، اس لئے ایمان بالرسالۃ کا اقرار اللہ کی صفت ہادی کا اقرار ہے، اور ایمان بالرسالۃ کا انکار گویا اللہ کی صفت ہادی کا انکار ہے، جو لوگ پیغمبر کو نہیں مانتے وہ اللہ کو ہدایت دینے والا نہیں مانتے، اس طرح اللہ کی صفت ہادی کا انکار ہو جائے گا۔

سوال:۔ کیا انسان اپنی قابلیت اور محنت سے پیغمبر بن سکتا ہے؟

جواب:۔ کوئی بھی انسان اپنی قابلیت، علمی صلاحیت، محنت و مشقت اور عبادت و ریاضت سے پیغمبر نہیں بن سکتا، اگر کوئی عام انسان پیغمبری کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا ہوگا۔

سوال:۔ اللہ تعالیٰ انسانوں پر پیغمبر کی سچائی کیسے ظاہر کرتا ہے؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ پیغمبروں کی سچائی کو ظاہر کرنے کے لئے ان کے ذریعہ معجزات ظاہر کرتا ہے اور ان کے اخلاق تمام انسانوں سے بلند الگ رکھتا ہے، ان کی شروع ہی سے گناہوں سے حفاظت کرتا ہے اور معصوم رکھتا ہے، ان کو سب سے اعلیٰ عقل وفہم اور حکمت عطا فرماتا ہے، وہ انسانوں میں رہ کر انسانوں سے ممتاز، پاکیزہ اور بااخلاق ہوتے ہیں۔

سوال:۔ آخر اللہ اپنے احکام پہنچانے کے لئے پیغمبر کا نظام کیوں رکھا؟

جواب:۔ دنیا کا انسانی بادشاہ جس کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی، وہ اپنے مقام اور معمولی مختصر مدت کے لئے مرتبہ کے لحاظ سے اپنے احکام اور قانون رعایا تک پہنچانے کے لئے

اپنے محل سے باہر آکر فرداً فرداً ہر ایک کو اپنا حکم نہیں سناتا، اگر ایسا کرے تو یہ اس کی شان کے خلاف ہوگا، بلکہ وہ اپنے خاص وزیر کے ذریعہ عوام تک اپنے احکام پہنچاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ تو شہنشاہِ کائنات ہے، وہ تو ہر قسم کی قدرت رکھتا ہے، وہ چاہے تو اپنے احکام دیواروں پر، پتوں پر، پہاڑوں پر اور پتھروں پر' چاند اور ستاروں کی طرح ظاہر کرسکتا تھا، یا دلوں میں نازل کرسکتا تھا، مگر اس سے انسانوں کی اختیاری تربیت نہیں ہوسکتی تھی، اس نے اپنی حکمت سے انسانوں کی مکمل رہنمائی و تربیت کرنے اور ان کو اپنے احکام کی قولی و عملی تشریح و تفسیر اور نمونہ پیش کرنے کے لئے پیغمبر کا خاص نظام رکھا، تاکہ پیغمبر احکام بھی پہنچائے، احکام کی تشریح کرے اور سمجھائے اور ان پر خود عمل کرکے احکام پر چلنے کا طریقہ بھی بتائے، انسان کی تربیت کے لئے قول و فعل سے سمجھانے کا طریقہ رکھا اور پیغمبر کو قول و فعل کا نمونہ، قابلِ تقلید اور مثال بنادیا، اس طرح انسان جلد تربیت حاصل کرلیتا ہے۔

سوال:۔ کیا پیغمبر کے بغیر انسانوں کو ہدایت و رہنمائی نہیں مل سکتی؟

جواب:۔ ہاں! پیغمبر کے بغیر انسانوں کو ہدایت و رہنمائی نہیں مل سکتی، اس لئے کہ دنیا امتحان کی جگہ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے غیب پر ایمان لانے کی شرط رکھی ہے، اور اللہ کو بغیر دیکھے اور آخرت کو بغیر دیکھے ایمان لانا ضروری ہے۔

ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ کی مرضیات و نامرضیات، اللہ کی معرفت کا صحیح علم اور آخرت کے حالات سوائے پیغمبر کے کسی سے نہیں حاصل ہوسکتے، اس لئے اللہ اور بندے کے درمیان اللہ کے نمائندے اور پیغمبر کا ہونا ضروری ہے، جو پیغمبر کی تعلیمات سے ہدایت حاصل نہیں کرتے، وہ پھر کہیں سے بھی ہدایت نہیں پاسکتے۔

سوال:۔ دنیا کی اس امتحان گاہ میں شیطان کے ساتھ پیغمبر کو کیوں رکھا گیا؟

جواب:۔ دنیا کی اس امتحان گاہ میں شیطان چونکہ انسانوں کا دشمن بن کر آیا ہے اور اللہ سے اجازت لے کر آیا ہے کہ وہ آدم کی اولاد کو اللہ سے دور کرے گا اور ثابت کرے گا کہ اللہ کے بندے' اللہ کے ناشکرے و نافرمان ہیں، وہ آدمؑ کی اولاد کو جنت میں نہیں بلکہ

جہنم میں لیجانے کی دن رات محنت کرے گا، اسی وجہ سے اللہ نے اپنی ربوبیت سے بندوں کو سیدھی راہ بتلانے اور جنت کے راستے کی تعلیم دینے اور شیطان کے مکر وفریب سے بچانے کے لئے پیغمبر کو دنیا میں رکھا تا کہ انسان بھٹکنے نہ پائے۔

سوال:۔ اگر پیغمبر نہ ہوتے تو انسانوں کا کیا حال ہوتا؟

جواب:۔ اگر پیغمبروں کو نہ بھیجا جاتا تو شیطان تمام بنی آدم کو گمراہ کر کے دوزخ کے راستے پر چلاتا اور وہ شیطان کی گمراہی میں آ کر اللہ کے نافرمان اور باغی بنے رہتے، توحید کے بجائے سب کے سب شرک وکفر اور منافقت میں مبتلا رہتے، لوگوں کو حق معلوم ہی نہیں ہوتا، نہ اللہ کی معرفت ملتی، اور وہ دنیا سے ناکام چلے جاتے ہیں، شیطان کو بھٹکانے کی یکطرفہ اجازت دے کر امتحان نہیں لیا جاسکتا تھا، صحیح راستہ بتلانے والا ہونا بھی ضروری تھا۔

سوال:۔ جو لوگ پیغمبر کا انکار کرتے ہیں یا ان کی تعلیمات سے فائدہ نہیں اٹھاتے' وہ کس طرح گمراہی کی زندگی گذارتے ہیں؟

جواب:۔ جو لوگ پیغمبر کو نہیں مانتے اور پیغمبر کی تعلیمات سے فائدہ نہیں اٹھاتے' ان کو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی پہچان ہی صحیح نہیں ملتی، وہ اللہ کو چھوڑ کر یا اللہ کو مانتے ہوئے سورج، چاند، زمین، آسمان، ہوا، پانی، حیوانات، نباتات، جمادات، مال و دولت یہاں تک کہ انسانوں اور خیالی دیوی دیوتاؤں کو بھی خدا مانتے، یا خدا کے ساتھ شریک کرتے اور اپنے ذہن وخیال سے خدا کی مورتیاں اور بُت بناتے اور خدا کو چھوڑ کر مخلوقات کی عبادت کرتے ہیں۔

پھر اپنے ذہن سے یا گمراہ پیشواؤں کے بہکانے پر حق کو مٹاتے یا حق کی خلاف محنت کرتے، حرام وحلال کے تصور سے خالی ہوتے، پاکی وناپاکی سے بھی واقف نہ ہوتے، کس سے نکاح کرنا اور کس سے نہیں' نہیں جانتے، زنا، قتل، چوری، جوا، شراب، ظلم وزیادتی اور بداخلاقی کو گناہ نہیں سمجھتے، اللہ کی عبادات کے صحیح طریقوں سے واقف نہ ہوتے، آخرت کی حقیقت سے ناواقف رہ کر دنیا ہی کو سب کچھ سمجھتے، یا مرنے کے بعد زندگی کا غلط تصور قائم کر لیتے، حقوق العباد سے بالکل نابلد رہتے، ہر چیز پر ظلم وزیادتی کرتے۔

سوال:۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ہر قوم اور ہر علاقہ میں پیغمبر بھیجے، کیا ان تمام کے نام قرآن مجید میں بیان کئے گئے ہیں، اور نہیں کئے گئے تو کیوں؟

جواب:۔ دنیا میں جتنے پیغمبر آئے ان تمام پیغمبروں کے نام قرآن مجید میں بیان نہیں کئے گئے، صرف انہی پیغمبروں کے نام بتلائے گئے جو اللہ کو منظور تھے اور عرب یا عرب کے اطراف بھیجے گئے تھے، اکثر پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے یعنی بنی اسرائیل سے عرب اور اس کے اطراف میں آئے تھے، جن سے اکثر لوگ واقف بھی تھے، یہود و نصاریٰ خاص طور پر بنی اسرائیل کے پیغمبروں کو اچھی طرح پہچانتے تھے اور حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت لوطؑ، حضرت زکریاؑ، حضرت یحییٰؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ جو عرب، مصر، فلسطین اور شام و یمن وغیرہ کے علاقوں میں آئے تھے، جن کے آثار آج تک موجود ہیں انہی کے تذکرے کئے گئے ہیں۔

سوال:۔ عرب اور اطرافِ عرب کے علاقوں میں آنے والے پیغمبروں کے تذکروں کی وجہ کیا ہے؟

جواب:۔ عرب علاقوں میں آنے والے پیغمبروں کے تذکروں اور ان کی زندگی کے حالات پیش کر کے عربوں، یہود و نصاریٰ کو ان کی تعلیمات کیا تھیں اور انہوں نے کس دین کی دعوت دی اس کو سمجھا کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیمات کو سمجھایا گیا تاکہ لوگ آسانی سے آسمانی ہدایت کو سمجھ سکیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا سکیں۔

سوال:۔ حضرت ابراہیمؑ سے پیغمبروں کی جو نسل چلی وہ کن کن سے چلی اور کہاں کہاں چلی؟

جواب:۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹوں حضرت اسحاقؑ اور حضرت اسماعیلؑ سے عرب اور اطرافِ عرب میں پیغمبروں کی نسل چلتی رہی، حضرت اسحاقؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک کے تمام پیغمبر بنی اسرائیل یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل میں آئے اور بنو اسماعیل میں صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آئے، بنو اسماعیل خاندانِ قریش کی شکل

میں مکہ ہی میں آباد تھے، اللہ نے پوری زمین کے انسانوں میں سے قبیلہ قریش کو پسند کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان میں پیدا فرمایا۔

سوال:۔ تمام پیغمبروں میں سب سے زیادہ علم اور مقام اللہ نے کس کو دیا؟

جواب:۔ تمام پیغمبروں میں سب سے زیادہ علم اللہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی بنا کر دیا، اور آپ کو تمام انبیاء ورسولوں کا سردار بنایا، اپنی آخری وحی قرآن مجید آپ ؐ کو عطا کی اور نبوت کا سلسلہ آپ ؐ ہی پر ختم کر کے خاتم الانبیاء کا مقام دیا اور قیامت تک آپ ؐ کی نبوت کو جاری رکھا اور اپنے نام کے ساتھ کلمہ میں آپ ؐ کا نام پیغمبر کی حیثیت سے لینا لازم کر دیا اور آپ کو عبدیت کا لقب دیا، آپ کے ذکر کو بلند کیا، چنانچہ پوری دنیا میں وقفہ وقفہ سے ہر ملک میں اذان کے ذریعہ آپ ؐ کی رسالت کا اعلان کیا جاتا ہے، تمام امتی آپ ؐ پر درود وسلام بھیجتے اور حاجی صاحبان آپ ؐ کی قبر اطہر کی زیارت کر کے ایمان بالرسالۃ کو مضبوط بنا لیتے ہیں، دنیا میں کسی پیغمبر کے امتی اپنے نبی کے قبر کی اتنی زیارت نہیں کرتے جتنی آپ ؐ کی قبر اطہر کی کی جاتی ہے، جبکہ آپ ؐ دنیا میں موجود نہیں، آپ ؐ کے امتیوں کو کارِ نبوت انجام دینے کی ذمہ داری دی جو امتیوں کے لئے بہت بڑا اعزاز ہے۔

سوال:۔ کیا حضرت محمد ﷺ دنیوی اعتبار سے لکھنا پڑھنا جانتے تھے؟

جواب:۔ حضرت محمد ﷺ دنیا کے اعتبار سے بظاہر لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے، یہاں تک کہ آپ کو اپنا نام تک لکھنا نہیں آتا تھا، صلح حدیبیہ کے وقت مشرکین کے اعتراض پر آپ ﷺ نے اپنے نام کے آگے رسول اللہ کہاں لکھا ہے حضرت علیؓ سے پوچھ کر مٹایا تھا۔

سوال:۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو دنیوی اعتبار سے لکھنے پڑھنے سے کیوں محروم رکھا؟

جواب:۔ قرآن مجید جو تمام آسمانی کتابوں کا عطر، جوہر اور نچوڑ ہے، جو سب سے بڑا علم ہے اس کتاب کی سچائی کو ثابت کرنے کے لئے کہ یہ کلامِ الٰہی ہی ہے اس لئے رسول اکرم ﷺ کو دنیوی اعتبار سے پڑھا لکھا نہیں رکھا۔

سوال:۔ اگر آپ ﷺ دنیوی اعتبار سے پڑھے لکھے ہوتے تو کیا ہوتا؟

جواب:۔ اگر حضرت محمد ﷺ دنیوی اعتبار سے پڑھے لکھے ہوتے تو قیامت تک غیر مسلم انسان یہ کہتے کہ یہ اللہ کا کلام نہیں بلکہ حضرت محمد ﷺ نے خود لکھ کر پیش کیا ہے، آپؐ کے اُمّی ہونے سے قرآن مجید کے بھی کلامِ الٰہی ہونے کا سچا ثبوت ہے، اس وجہ سے اس کی سچائی پر کوئی شک نہیں کرسکتا، اسی وجہ سے پندرہ سو سال سے بڑے بڑے تعلیم یافتہ کافر و مشرک' قرآن مجید سے متاثر ہو کر ایمان قبول کر چکے ہیں کہ سائنس آج تحقیق کر کے جو باتیں بتلا رہی ہے قرآن نے پندرہ صدی پہلے ہی نبی اُمّی عربی (ﷺ) کے ذریعہ بیان کروا دیا، وہ اس بات کا اقرار کرنے پر مجبور ہو گئے کہ بیشک یہ انسانی کلام یا نبی کا کلام نہیں ہے بلکہ اللہ واحد کا کلام ہے۔

سوال:۔ کیا دنیا کی زندگی میں کوئی انسان حضور ﷺ کا استاد تھا؟

جواب:۔ دنیا کی زندگی میں آپ ﷺ کا کوئی استاد نہیں تھا، قرآن مجید فرشتہ جیسے لاتا اور پڑھ کر سناتا آپ سن کر خود یاد کر لیتے، ۲۳/سال میں قرآن مجید نازل ہوا لیکن آپ نے کسی استاد سے اس کو پڑھنا لکھنا نہیں سیکھا۔

سوال:۔ اگر دنیا کی زندگی میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا کوئی استاد یا رہبر ہوتا تو کیا ہوتا؟

جواب:۔ لوگ قرآن مجید کو اللہ کا کلام نہ مان کر اُسے جھٹلا دیتے اور کہتے کہ آپ ﷺ نے فلاں فلاں انسان سے علم سیکھ کر یہ کتاب بنا کر پیش کی ہے۔

سوال:۔ کیا حضرت محمد ﷺ قرآن مجید نازل ہونے سے پہلے دین یعنی توحید، رسالت اور آخرت سے واقف تھے؟

جواب:۔ قرآن مجید نازل ہونے سے ایک دن پہلے تک بھی آپ ﷺ نہیں جانتے تھے کہ آپ ﷺ کو پیغمبر بنایا جانے والا ہے اور کتاب عطا کی جانے والی ہے، آپ ﷺ دین یعنی توحید، رسالت اور آخرت کی حقیقت سے بالکل واقف نہیں تھے۔

غارِ حراء میں جا کر بیٹھ کر سوچتے تھے کہ ان انسانوں کو کس طرح درست کیا جائے، یہ کیسی ناپاک اور غیر انسانی زندگی گذار رہے ہیں، جو لوگ بت پرستی نہیں کرتے تھے ان کے بارے میں بھی سوچتے کہ ان کی زندگی کا کوئی نصب العین نہیں ہے، ان کو اپنا مقصدِ زندگی ہی نہیں معلوم، یہ فکر وغم آپ ﷺ کو کھائے جا رہی تھی کہ کیا کریں، جب وحی سے ایمانیات کا علم نازل ہوا تو آپ ﷺ کا یہ بوجھ ہلکا اور کم ہوا اور سمجھ میں آ گیا کہ ہر گناہ کا تالا کھولنے کی کنجی ایمان ہے۔

سوال:۔ کیا حضرت محمد ﷺ تجارت کے سفر میں یہود و نصاریٰ یا پچھلی قوموں کے حالات سنتے تھے؟

جواب:۔ حضرت محمد ﷺ پیغمبر بننے سے پہلے شام اور دوسرے علاقوں میں تجارت کے لئے سفر کرتے تھے، مگر آپ ﷺ کو پچھلی قوموں کے حالات اور یہود و نصاریٰ کے پیغمبروں کے حالات معلوم ہی نہیں تھے، نہ آپ نے پیغمبری ملنے سے پہلے ایمان، بنی اسرائیل کے پیغمبروں اور دوسری قوموں کا تذکرہ کیا، آپ ﷺ ان تمام چیزوں سے بالکل واقف نہیں تھے، صرف یہ تصور تھا کہ کعبہ حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسماعیلؑ کا بنایا ہوا اللہ کا گھر ہے، سال میں ایک مرتبہ اس کا حج کیا جائے اور ہم قریش بنو اسماعیل ہیں۔

سوال:۔ جب حضرت محمد ﷺ پیغمبری سے پہلے دینِ اسلام سے واقف نہیں تھے تو آپ بت پرستی سے دور کیسے رہے؟ شراب، قتل، زنا، جوا وغیرہ گناہوں سے کیسے بچے رہے؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ نے بچپن سے ان تمام چیزوں سے آپ ﷺ کی حفاظت فرمائی اور آپ ﷺ کی فطرت وطبیعت میں بت پرستی، شراب، جوا، زنا اور قتل وظلم جیسی بڑی بداخلاقیوں اور گناہوں سے نفرت بسی ہوئی تھی، آپ ﷺ پیغمبری سے پہلے بچپن ہی سے برائیوں سے پوری طرح محفوظ تھے، آپ کی فطرت وطبیعت میں سچائی، امانتداری، خوش خُلقی رچی بسی ہوئی تھی، ناچ گانے کی محفلوں سے آپ ﷺ دور رہتے، بچپن میں اللہ نے آپ کو ناچ گانے کی محفل میں جانے کے ارادے پر نیند کا غلبہ لا کر سلا دیا تھا، شام کے سفر

میں ایک گرجا کا پادری امتحان لینے کے لئے آپ ﷺ کو بت کی قسم دے کر کچھ سوالات کیئے، آپ ﷺ نے فوراً جواب دیا کہ میں بت کی قسم نہیں کھاتا، ایک مرتبہ کعبۃ اللہ کی تعمیر کے وقت صرف تہبند اتارنے کا ارادہ فرمایا، تو اس خیال سے بے ہوش ہو کر گر گئے، پورا مکہ آپ ﷺ کو صادق وامین کہتا تھا۔

سوال:۔ تاریخ کی کتابوں میں جو ملکوں کے بادشاہوں کی زندگیوں پر لکھی گئی ہیں' ان میں پیغمبروں کا تذکرہ کیا گیا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ عجیب بات ہے کہ دنیا کے ہر علاقہ میں اللہ نے پیغمبر بھیجے، چاہے ہندوستان کی تاریخ ہو یا روس کی ہو، یا دنیا کے کسی ملک کی تاریخ ہو جو بادشاہوں کی زندگیوں کی' تاریخ کے نام پر لکھی گئی، مگر تاریخ دانوں نے کسی ملک میں آنے والے پیغمبروں کا، ان کی دعوت کا اور ان کے ساتھ کیئے گئے سلوک کا تک تاریخ میں تذکرہ نہیں کیا، دنیا کے کسی ملک کی تاریخ کی کتابوں میں توحید، شرک یا پیغمبروں کی محنت کو نہیں لکھا گیا، واللہ اعلم شاید اگر لکھا جاتا تو لوگ یہ کہتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سب واقعات کو سن کر جان کر قرآن میں بیان کیئے ہیں، بنی اسرائیل خود اپنے پیغمبروں کے حالات سے پوری طرح واقف نہیں تھے، قرآن نے ان کے پیغمبروں کے واقعات بیان کیئے، مصر جیسے مقام پر فرعون کے خاندان کے بادشاہوں کے تذکرے ہیں لیکن ان کی تاریخی کتابوں میں پیغمبروں کے تذکرے غائب ہیں، شاید مؤرخین غیر مسلم تھے' اپنے گمراہ عقائد کی وجہ سے پیغمبروں کی دعوت حق کو نہیں سمجھا اور ایک شخص کی وقتی دعوت سمجھا، جس طرح ہر حکومت میں اپوزیشن لیڈر حکومت کے غلط قانون پر کچھ اعتراضات کرتے ہیں، تورات اور انجیل میں بھی پیغمبروں کی زندگی کو پیغمبروں کی حیثیت سے نہیں بیان کیا گیا، واللہ اعلم بالصواب۔

سوال:۔ اللہ تعالیٰ نے نبوت سے پہلے حضرت محمد ﷺ میں کونسے اخلاق پہلے پیدا گیئے؟

جواب:۔ دنیا کے تمام انسانوں کو جن اعمال اور اخلاق کی ضرورت ہوتی ہے وہ

اعمال واخلاق اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ میں سب سے پہلے پیدا کیے، دنیا کے انسان امانت دار، دیانت دار، وعدہ کا پابند، جھوٹ نہ بولنے والا، سچ بولنے والا، انصاف کرنے والا، تعصب سے دور، انسانوں کا ہمدرد و خیر خواہ اور صبر و برداشت رکھنے والا جیسے انسان پسند کرتے اور ایسے انسان کی ضرورت رکھتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان اعمال سے زیادہ ایمان کی اہمیت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو صادق و امین جیسے صفات سے آراستہ کیا، ان دو صفات کی وجہ سے انسان آدھے دین پر آسانی سے چل سکتا ہے، اسی وجہ سے لوگ آپ ﷺ کے پاس اپنی امانتیں لاکر رکھتے، تجارت میں مال فروخت کرنے کے لئے دیتے، دنیا کو نماز، روزہ، پردہ، داڑھی سے زیادہ ان اخلاق والوں کی سخت ضرورت ہوتی ہے جس کی وجہ سے ان پر اعتماد کیا جاسکتا ہے، اسی وجہ سے پورا مکہ آپ ﷺ کو صادق و امین کہتا تھا۔

سوال:۔ انسان ڈاکٹروں اور سائنس دانوں کی باتوں پر یقین کرتا ہے' پھر پیغمبر کی بات پر یقین کیوں نہیں کرتا؟

جواب:۔ ڈاکٹروں اور سائنس دانوں کو انسان سچے سمجھتا ہے، اگر پیغمبر کو بھی سچا مان لے تو پیغمبر کے علم پر بھی بھرپور اعتماد کرسکتا ہے۔

سوال:۔ پیغمبر کو سچا ماننے کا کیا اصول ہے؟

جواب:۔ پیغمبروں کو سچا ماننے کے لئے یہ سمجھنا ہوگا کہ اللہ نے جس طرح دنیا کے مختلف شعبوں میں ہر شعبہ کے ماہرین پیدا کئے' اسی طرح روحانی تربیت اور آسمانی علوم کو سمجھانے والے صرف پیغمبر پیدا کئے، تب ہی انسان پیغمبر پر اعتماد کرکے انہیں سچا سمجھ سکتا ہے، ڈاکٹر کو جسمانی علاج کا ماہر سمجھتا ہے، انجینئر کو مکان اور مشینیں بنانے کا ماہر سمجھتا ہے، کوئی مریض اپنا علاج انجینئر سے نہیں کرواتا اور نہ کوئی شخص ڈاکٹر سے بنگلہ بنواتا ہے، روحانی تربیت و رہنمائی کا ماہر صرف پیغمبر کو سمجھنا ہوگا، سوائے پیغمبروں کے کسی دوسرے راستے سے روحانی تربیت نہیں مل سکتی۔

سوال:۔ کیا پیغمبر کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے؟

جواب:۔ ہاں! پیغمبر کی اطاعت‘ اللہ کی اطاعت ہے، اس لئے کہ وہ احکام الٰہی پر خود چلتا ہے اور لوگوں کو اس پر چلنے کی تعلیم دیتا ہے، اپنی ذاتی اطاعت نہیں کرواتا۔

سوال:۔ کیا پیغمبر کی عبادت بھی کی جاسکتی ہے؟

جواب:۔ پیغمبر کی نہ عبادت کی جاسکتی ہے اور نہ عبادت کا کوئی جزو پیغمبر کے لئے ادا کیا جاسکتا ہے، مثلاً صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود آپ کو سجدۂ تعظیم کرنے کی اجازت مانگی، تو آپ نے سختی سے منع کردیا، پیغمبر سے نہ دعاء مانگی جاسکتی ہے نہ ان کی قبر کا طواف کیا جاسکتا ہے، اگر کوئی ایسا کرے تو وہ اللہ کے ساتھ شرک ہوگا۔

سوال:۔ پیغمبر سے محبت کس کے واسطے کی جائے؟

جواب:۔ پیغمبر سے محبت خالص اللہ کے واسطے کی جائے، اللہ سے بڑھ کر پیغمبر سے محبت کرنا شرک ہوجاتا ہے۔

سوال:۔ ابوطالب کو پیغمبر ﷺ سے کس طرح کی محبت تھی؟

جواب:۔ ابوطالب کو پیغمبر محمد ﷺ سے خاندان، قبیلہ، رشتہ داری، ممتا اور خون کے رشتے والی محبت تھی، وہ پیغمبر سے اللہ کے واسطے محبت نہیں کرتے تھے۔

سوال:۔ پیغمبر ﷺ سے محبت کیوں کروائی جاتی ہے؟

جواب:۔ پیغمبر سے محبت اس لئے لازم ہے کہ پیغمبر پر جو وحی الٰہی نازل ہوتی ہے انسان اس محبت کے ذریعہ وحئ الٰہی کی اتباع واطاعت کرے، اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت یا اپنے احکام کی پابندی دنیا کی حکومتوں کی طرح زبردستی کروانا نہیں چاہتا، جس طرح انسان کسی حکومت میں رہتے ہوئے حکومت کے نمائندہ سے محبت نہیں کرتا بلکہ دل میں ناراضگی رکھتے ہوئے سرکاری نمائندہ کے ساتھ قانون کی پابندی کرتا ہے، اللہ چاہتا ہے کہ اس کا بندہ جب پیغمبر سے محبت کرے گا تو اللہ کے احکام سے بھی محبت کرے گا، اس طرح اللہ کے احکام کی اطاعت‘ محبت اور دل کی رضامندی کے ساتھ ہوگی، زبردستی یا ناراضگی کے ساتھ نہیں ہوگی۔

سوال:۔ پیغمبر ﷺ سے محبت ہونے کو کیسے جانچا جائے؟

جواب:۔ دنیا میں انسان کو بہت سے کاموں میں اللہ کی نافرمانی کی دعوت دی جاتی ہے، انسان کو رشتہ داری، دوستی یا ممتا کی وجہ سے انسانوں سے بھی محبت اور لگاؤ ہوتا ہے، بعض تو انسانوں کی دوستی اور محبت میں غلو کر جاتے ہیں اور حد سے بڑھ جاتے ہیں، خالق کو ناراض کر کے مخلوق کو خوش کرتے ہیں۔

انسانوں کے دوست احباب، رشتہ دار، سماج اور سوسائٹی والے یا نفس اور شیطان' انسان کو اللہ کی نافرمانی کی طرف لیجاتے ہیں، انسان میں اگر پیغمبر کی محبت زیادہ ہے تو وہ ان تمام لوگوں کی اطاعت نہیں کرتا اور ان کی محبت کو پیغمبر کی محبت پر غلبہ حاصل کرنے نہیں دیتا اور اللہ کی اطاعت کرتا ہے، اور اگر ان تمام چیزوں کی محبت' پیغمبر کی محبت سے زیادہ ہو تو پیغمبر کی محبت پر ان تمام چیزوں کی محبت کو غلبہ دیتا ہے اور پیغمبر کی نافرمانی کر کے اللہ کے احکام کے خلاف چلتا ہے، چنانچہ ابوطالب نے بھی خاندان وقبیلہ، سرداری اور قوم میں بدنامی کی وجہ سے پیغمبر کی دعوت کو قبول نہیں کی، وحی پر چلنے کے لئے تیار نہیں ہوئے۔

سوال:۔ کیا دنیا میں ایسے انسان گذرے ہیں جو پیغمبر سے محبت رکھتے تھے مگر اطاعت نہیں کرتے تھے؟

جواب:۔ ہاں! مکہ میں کچھ ایسے لوگ تھے جو آپ ﷺ کی مدد کرتے تھے مگر اطاعت نہیں کی، ان میں ابوطالب سب سے نمایاں ہیں، جو پیغمبر ﷺ سے ممتا اور رشتہ داری والی محبت بہت زیادہ کرتے تھے اور ہر خطرے میں آپ ﷺ سے آگے رہتے تھے، آپ ؐ کی ذات سے محبت کرتے ہوئے آپ کی بہت حفاظت اور مدد کی، مگر آپ ﷺ کی اطاعت کے لئے تیار نہیں ہوئے، ایمان کی دعوت بھی قبول نہیں کی۔

سوال:۔ کیا دنیا میں ایسے انسان بھی گذرے ہیں جو حضرت محمد ﷺ کی بظاہر اطاعت کرتے تھے مگر محبت نہیں رکھتے تھے؟

جواب:۔ ہاں! منافق لوگ بظاہر دکھانے کے لئے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرتے

تھے، اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہوئے بظاہر اسلام پر چلتے، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور دیگر عبادات سب کچھ ادا کرتے تھے، مگر دل میں رسول اللہ ﷺ کو اللہ کا پیغمبر نہیں مانتے تھے اور آپ سے محبت بھی نہیں کرتے تھے۔

سوال:۔ رسول اللہ ﷺ پر کامل ایمان کس طرح رکھا جائے؟

جواب:۔ رسول اللہ ﷺ پر کامل ایمان رکھنے کے لئے آپ ﷺ سے دل سے محبت بھی کی جائے اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بھی کی جائے۔

رسول اللہ ﷺ کو اپنا پیغمبر مان کر ایمان بالرسالۃ کا دعویٰ کر کے دشمنوں کے طریقوں کو پسند کرنا یہ کامل ایمان نہیں، ہے، جان، مال اور اہل وعیال بلکہ ہر چیز سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے محبت کی جائے اور آپ ہی کی اتباع میں کامیابی کا عقیدہ رکھے، یہی کامل ایمان کی علامت ہے، مغضوب اور ضالّین سے بچنے کی دعاء کرنا' پھر رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں کے طریقوں پر چلنا یہ ایمان داری نہیں ہے۔

سوال:۔ <u>ہم کیسے سمجھیں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں؟</u>

جواب:۔ (۱) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس علاقہ میں پیدا ہوئے وہاں نہ کوئی یونیورسٹی تھی، نہ کالج، نہ اسکول، نہ لائبریری، بہت کم لوگ پڑھے لکھے تھے، زیادہ تر لوگ شعروشاعری کے عادی تھے، ایسے ماحول میں آپ کو کوئی تعلیم دینے والا نہ تھا، مکہ میں آنے جانے کے راستے بھی محفوظ نہیں تھے کہ باہر کے قابل لوگ آکر وہاں تعلیم دیں، علم حاصل کرنے کے کوئی ذرائع نہیں تھے، آپ جوان ہونے تک بے پڑھے لکھے اور اُمّی کی حیثیت سے پرورش پائے، کیا ایک بے پڑھے لکھے انسان میں حسبِ ذیل خصوصیات وصفات اور صلاحیتیں ہوسکتی ہیں جو آپ ﷺ میں تھیں، یہ دلیل ہے کہ آپ سچے رسول ہیں۔

(۲) بچپن سے آپ ﷺ کے اخلاق دوسرے تمام لوگوں میں ممتاز تھے، آپ ﷺ نے نبوت ظاہر ہونے سے پہلے کبھی کوئی شرکیہ عمل نہیں کیا، کبھی بت پرستی نہیں، کبھی جھوٹ نہیں بولا، کبھی وعدہ خلافی نہیں کی، کبھی امانت میں خیانت نہیں کی، کبھی شراب، زنا، جوا، سود، قتل وفساد نہیں کیا،

آپ ﷺ غریبوں اور محتاجوں کے ہمدرد، لوگوں کی خدمت کرنے والے، قرضداروں کے قرض اپنی طرف سے ادا کرنے والے، سچائی اور امانتداری کے ساتھ تجارت کرنے والے تھے، حقوق العباد میں آگے رہتے، لوگوں کی بداعمالیوں اور شرک سے بیزار تھے، ہمیشہ انصاف کی بات کرتے، انسانی جھگڑوں میں آپ کو حَکم بنایا جاتا، لوگ آپ کی صفات سے متاثر ہوکر صادق و امین کہتے، کریم ابن کریم، رحیم ابن رحیم کہتے، کیا ایک بے پڑھا لکھا انسان ایسا ہوسکتا ہے؟ کیا اس میں بغیر تربیت کے ایسے اخلاق واصاف پیدا ہوسکتے ہیں؟

مکہ میں آپ ﷺ جیسے بہترین اخلاق والا کوئی تھا ہی نہیں، جبکہ نہ آپ نے کسی کاہن اور پادری کے پاس جاکر تربیت پائی اور نہ ہی کسی استاد کی شاگردی اختیار کی، اسی وجہ سے لوگ آپ کے پاس اپنی امانتیں لاکر رکھا کرتے اور تجارت کے لئے مال لاکر دیا کرتے، کیا کوئی اُمّی انسان ایسا ہوسکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ جس کو پیغمبر بنانا چاہتا ہے اس کو شروع سے ہی ایسے اخلاقِ حمیدہ یعنی بہترین اور قابلِ تعریف صفات والا بناتا ہے، نبی کریم ﷺ کے اخلاق کو تو اللہ نے اخلاقِ عظیمہ فرمایا، آپ کا استاد، آپ کا رہبر اور آپ کی تربیت کرنے والا کوئی انسان نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ تھا۔

(۳) جب قرآن مجید نازل ہونا شروع ہوا تو قرآن کی زبان اور آپ ﷺ کی بیان کردہ حدیثوں کی زبان اور لہجہ الگ الگ تھا، گویا ایک ہی زبان سے دو قسم کی گفتگو و کلام اور دو قسم کے لہجے نکلنے لگے، کھلے طور پر قرآن و حدیث کے پڑھنے کے بعد سمجھ میں آتا ہے کہ کلام الٰہی میں اور آپ کی بیان کردہ حدیثوں میں کتنا فرق ہے، کیا کوئی بے پڑھا لکھا انسان دو طرح کی علمی وادبی اور بامعنیٰ گفتگو کرسکتا ہے؟ آپ ﷺ کی زبان سے دو طرح کے کلام کا نکلنا' یہ آپ کے سچے رسول ہونے کی علامت ہے۔

(۴) آپ ﷺ کے ارشادات جامع الکلم ہیں، چھوٹے چھوٹے جملوں میں معنیٰ ومفہوم کے سمندر ہیں، آپ لمبی چوڑی باتوں کو اللہ ہی کی ہدایت پر مختصر الفاظ میں ادا کردیتے اور آج ساڑھے چودہ سو سال سے دنیا کے ہر علاقہ میں درسِ حدیث کے نام پر دروس دئے جاتے

ہیں، بڑے بڑے اہل علم اس کی تشریح کرتے ہیں اور اس کے ماہر بن کر شیخ الحدیث کہلاتے ہیں، کیا دنیا کے کسی بے پڑھے لکھے انسان کی بیان کردہ باتوں کو دنیا میں انسانوں کی رہبری و رہنمائی کے دروس دئے جاتے ہیں؟ وہ صرف محمد ﷺ ہی کے ارشادات ہیں جو دنیا میں ساڑھے چودہ سو سالوں سے پڑھا کر قرآن وحدیث کی تشریح کی جاتی ہے، ان سے انسانوں کو عقل وفہم اور حکمت دی جاتی ہے، یہ بھی آپ ﷺ کے سچے رسول ہونے کی علامت ہے۔

(۵) کیا کسی اُمّی انسان کی زندگی کے حالات قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے نمونۂ تقلید اور مثال بن سکتے ہیں؟ نہیں بن سکتے! اُمی انسان کی زندگی سے ہدایت و رہنمائی نہیں مل سکتی، مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات کو اللہ نے محفوظ رکھا اور ساڑھے چودہ سو سالوں سے لوگ اسی اُمی نبی کی زندگی کو سنت کے نام پر نمونۂ تقلید اور مثال بنا کر نقل کرتے ہیں اور اپنی زندگی کو پاکیزہ بناتے ہیں۔

(۶) دنیا میں ہزاروں پیغمبر آئے، اللہ نے ان کی نبوت کی سچائی کو ظاہر کرنے کے لئے معجزات دئے تھے، وہ تمام معجزات ان کی زندگیوں کے ساتھ ختم ہو گئے حضرت موسیٰؑ کا بڑا معجزہ عصاء اور یدِ بیضاء تھا، حضرت عیسیٰؑ مردوں کو زندہ کر کے اور مٹی کے پرندوں میں پھونک مار کر اللہ کے حکم سے زندہ کرتے تھے، مگر تمام پیغمبروں کے معجزات ان کی زندگیوں کے ساتھ ہی ختم ہو گئے، آج کوئی انسان حضرت موسیٰؑ کا عصا لا کر معجزہ نہیں دکھا سکتا اور حضرت عیسیٰؑ کی طرح کوئی مٹی کے بنائے گئے پرندوں میں پھونک مار کر زندہ نہیں کر سکتا، نہ مردے زندہ کر کے بات کر سکتا ہے، اللہ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی معجزات عطا فرمائے تھے، آپ ﷺ کے سب معجزے ختم ہو گئے، دو بڑے معجزے قرآن اور آپ کی زندگی کے حالات آج تک دنیا میں زندہ موجود ہیں، جب کوئی آپ ﷺ کی سیرت کو پڑھتا ہے تو ایسا محسوس کرتا ہے کہ ہم اپنے ہی زمانے کی کوئی زندہ شخصیت کے حالات پڑھ رہے ہیں، آج ساڑھے چودہ سو سالوں سے بڑے بڑے کافر اور مشرک آپ ﷺ کی زندگی کے حالات پڑھ کر اپنی زندگی کو گندگی واندھیرے سے نکال کر پاک بنا چکے اور اندھیرے سے اُجالے میں

آ گئے، اور دنیا سے ولی اللہ، بزرگانِ دین بن کر گذر گئے اور دوسرے انسانوں کے لئے نمونہ اور مثال بن گئے، اسی طرح آج چودہ صدیوں بعد بھی اگر کوئی آپ ﷺ کا امتی' قرآن مجید کو دنیا کے انسانوں کے سامنے پیش کرے تو لوگ متاثر ہوئے اور ہو رہے ہیں، کیا اُمّی انسان کی زندگی کے حالات اور اس کی تعلیمات سے دنیا کے بڑے بڑے پڑھے لکھے انسان متاثر ہو سکتے ہیں؟ یہ صرف نبی اُمی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی زندگی قیامت تک کے انسانوں کے لئے نمونہ اور مثال ہے اور قرآن مجید کی چلتی پھرتی ترجمانی ہے۔

(۷) کیا کوئی اُمّی انسان دنیا میں کم وقت اور کم عرصہ میں چار پانچ لاکھ لوگوں کی زندگیوں کو مثال اور نمونہ بنا سکتا ہے؟ سدھار سکتا ہے؟ وہ صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے جنہوں نے ۲۳ رسال کے عرصہ میں حجۃ الوداع کے وقت ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام جو آپ کے ساتھ تھے اور اطراف عرب میں چار پانچ لاکھ انسانوں کو سدھارا ان کو دنیا کے لئے مثالی اور نمونہ بنایا، کامیاب زندگی گذارنے کا طریقہ سکھایا، کیا دنیا میں کسی اور اُمی انسان کی زندگی سے ایسی مثال پیش کی جا سکتی ہے؟ ہرگز نہیں! آپ ﷺ کی کوئی پارٹی نہیں، آپ ﷺ کی کوئی حکومت و کرسی نہیں، طاقت و قوت نہیں، آج چودہ صدیوں سے پوری دنیا میں کروڑہا انسان آپ ﷺ کی تعلیمات سے متاثر ہو کر اپنی زندگیوں کو سدھار رہے ہیں۔

(۸) بڑے بڑے سائنس دان، ڈاکٹر، انجینئر، اہل علم، دانشور، ریسرچ اسکالر اور علماء کیا کسی اُمی انسان کی زندگی اور تعلیمات کو سچائی اور حق جان کر قبول کر سکتا ہے؟ وہ صرف نبی اُمی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی تعلیمات سے بڑے بڑے اہل علم آج تک آپ کے لائے ہوئے علم کی گہرائی کو نہیں سمجھ سکے، اور یقین کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے اللہ کو ماننے کا سب سے اعلیٰ اور عمدہ عقیدہ دیا ہے، اس جیسا عقیدہ، اس جیسا اللہ کی بندگی کا طریقہ، اس جیسی معاشرت، اس جیسے معاملات، اس جیسے اخلاقیات کوئی نہیں دے سکا، ان سے بہتر طریقہ کوئی نہ بتلا سکا، بہت سی حکومتوں نے حضرت محمد ﷺ کے سیاسی قانون، معاشرتی قانون، اخلاقی قانون اور تعزیراتی قانون، جنگی قانون، قانونِ مساوات، قانونِ

انصاف کو سب سے اعلیٰ اور عمدہ سمجھ کر اختیار کیا، اقوام متحدہ پر آپ ﷺ کا نام لئے بغیر حجۃ الوداع میں آپ ﷺ کی بیان کی ہوئی بہت ساری باتیں داخلے کے دروازے پر لکھ کر لگائی گئی ہیں، دوسری قومیں اسلامی ضابطہ اور قانون کو اختیار نہ کرنے کے باوجود مانتی ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات سب سے اعلیٰ اور انسانیت کی حفاظت کیلئے سب سے عمدہ اصول اور ضابطے ہیں، آپ ﷺ ہی کی تعلیمات سے نقل کر کے اپنے اپنے قانون بنائے ہیں۔

(۹) دنیا میں کسی اُمی انسان کی یہ مثال نہیں کہ وہ دنیا سے چلے جانے کے باوجود ہزاروں سال گذر جانے کے باوجود لوگ ان کے رشتہ دار اور ان کے وطن والے نہ ہونے کے باوجود دوسرے ملکوں میں رہتے ہوئے، ان کو نہ دیکھنے کے باوجود ان کی نقل میں کھاتے پیتے ہیں، نکاح، طلاق، کفن دفن، طہارت، عبادت، معاملت، معاشرت اور اخلاق اختیار کرتے ہیں، اور آپ ؐ پر اللہ کی رحمت نازل ہونے کی دعاء کرتے ہیں اور وقت پڑنے پر جان و مال ان کی اتباع میں لٹاتے ہیں، وہ صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جو حقیقت میں سچے نبی ہونے کی وجہ سے ان کی سنتوں میں عزت و کامیابی اور انسانیت اور سکون سمجھتے ہیں، اللہ کی رضا تصور کرتے ہیں۔

(۱۰) دنیا میں کسی اُمّی انسان کی ایسی مثال نہیں ہے جس کی صحبت اور تربیت سے ہزاروں ایسے انسان صحابہؓ بنے جو قیامت تک کے تمام انسانوں کے لئے نمونہ اور قابل تقلید ہوں، وہ صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جن کی تربیت سے ہزاروں لوگ صحابی بنے۔

(۱۱) دنیا میں کسی انسان میں حکمت و دانائی بغیر تربیت کے نہیں آسکتی، اس کے عقل و فہم میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیت اعلیٰ اور عمدہ تعلیم کے بغیر نہیں آسکتی، مگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے حکمت و دانائی سے زبردست انداز سے نوازا جس کی وجہ سے آپ ہر انسان سے اعلیٰ فہم رکھتے تھے، انسانوں سے اس کی عقل و فہم کے مطابق نرم گفتگو کرتے، اپنے جذبات اور غصہ کو قابو میں رکھتے اور ہر ملنے جلنے والے سے ایسے ملتے کہ وہ زیادہ سے زیادہ دیر تک آپ کے ساتھ رہنے کے لئے تڑپنے لگتا تھا، اور ملاقات کا شوق رکھنے

لگتا تھا، کیا کسی دوسرے اُمی انسان میں یہ صلاحیت ہو سکتی ہے؟ ہر گز نہیں!

(۱۲) دنیا کے بڑے بڑے اہل علم اور دانشوروں کے علم کو درست کرنے اور ان کی غلطیوں کی اصلاح کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، مگر نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ تمام ارشادات میں آج تک کوئی غلطی تو دور کمی وکوتاہی بھی نہیں نکال سکا اور نہ اس میں کوئی اصلاح کی ضرورت ہوئی وہ ہر طرح سے ہر زمانے میں میں لوگوں کو متاثر کرنے والے ہیں، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے نبی ہونے کی کھلی دلیل اور علامت ہے۔

سوال:۔ کیا دنیا کا کوئی اُمی انسان قیامت تک آنے والے لوگوں کے لئے مثال اور نمونہ بن سکتا ہے؟

جواب:۔ دنیا میں کوئی اُمی انسان لوگوں کے لئے مثال اور نمونہ سوائے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نہ بن سکا، یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور آپ ﷺ اُمی ہونے کے باوجود قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے نمونہ ومثال ہیں، یہ آپ کے سچے رسول ہونے کی دلیل ہے کہ

☆ اگر کوئی بہترین باپ، بیٹا، سسر، داما، استاد، سرپرست اور دوست بننا چاہے تو اس کے لئے نبی اُمی حضرت محمد ﷺ مثال، نمونہ اور قابلِ تقلید ہیں۔

☆ اگر کوئی بہترین وکامیاب شوہر بننا چاہے تو اس کے لئے نبی اُمی حضرت محمد ﷺ مثال، نمونہ اور قابلِ تقلید ہیں۔

☆ اگر کوئی انسان بہترین ومثالی استاد ومعلم بننا چاہتا ہو تو اس کے لئے نبی اُمی حضرت محمد ﷺ مثال، نمونہ اور قابلِ تقلید ہیں۔

☆ اگر کوئی بہترین مثالی اور ایماندار تاجر بننا چاہتا ہو تو اس کے لئے نبی اُمی حضرت محمد ﷺ مثال، نمونہ اور قابلِ تقلید ہیں۔

☆ اگر کوئی مثالی حکمران، جج اور منصف بننا چاہے تو اس کے لئے نبی اُمی حضرت محمد ﷺ مثال، نمونہ اور قابلِ تقلید ہیں۔

☆ اگر کوئی بہترین فوجی سپہ سالار بننا چاہے تو اس کے لئے نبی اُمی حضرت محمد ﷺ مثال، نمونہ اور قابلِ تقلید ہیں۔

☆ اگر کوئی بہترین و مثالی داعی بننا چاہے تو اس کے لئے نبی اُمی حضرت محمد ﷺ مثال، نمونہ اور قابلِ تقلید ہیں۔

☆ اگر کوئی صبر و شکر والی زندگی سیکھنا چاہے تو اس کے لئے نبی اُمی حضرت محمد ﷺ مثال، نمونہ اور قابلِ تقلید ہیں۔

☆ اگر کوئی غریبوں، یتیموں اور کمزوروں کے ساتھ حسن سلوک، انصاف، مساواتِ انسانی سیکھنا چاہے تو اس کے لئے نبی اُمی حضرت محمد ﷺ مثال، نمونہ اور قابلِ تقلید ہیں۔

☆ اگر کوئی جانوروں کے ساتھ انصاف اور رحمدلی سیکھنا چاہے تو اس کے لئے نبی اُمی حضرت محمد ﷺ مثال، نمونہ اور قابلِ تقلید ہیں۔

☆ اگر کوئی غیر مسلموں اور دشمنوں کے ساتھ حسن سلوک اور بہترین اخلاق سیکھنا چاہے تو اس کے لئے نبی اُمی حضرت محمد ﷺ مثال، نمونہ اور قابلِ تقلید ہیں۔

☆ اگر کوئی شرم وحیاء کا پیکر بننا چاہے اور پاکیزگی سیکھنا چاہے تو اس کے لئے نبی اُمی حضرت محمد ﷺ مثال، نمونہ اور قابلِ تقلید ہیں۔

☆ اگر کوئی اللہ کی عبدیت وبندگی سیکھنا چاہے تو اس کے لئے نبی اُمی حضرت محمد ﷺ مثال، نمونہ اور قابلِ تقلید ہیں۔

☆ اگر کوئی زندگی کے ہر شعبہ میں بہترین اور مثالی انسان بننا چاہے تو اس کے لئے نبی اُمی حضرت محمد ﷺ مثال، نمونہ اور قابلِ تقلید ہیں۔

آپ ﷺ کے سارے اوصاف واخلاق کا بیان کرنا آسان نہیں، یہ سب صرف اور صرف نبی اکرم ﷺ کے سچے رسول ہونے کی پہچان ہے، اللہ نے آپ ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنا کر انسانوں میں سب سے اعلیٰ کردار عطا فرمایا اور انسانوں کے لئے مثالی نمونہ بنا دیا۔

غور کیجئے! کیا دنیا میں حضرت محمد ﷺ جیسا اخلاق و کردار والا کوئی دوسرا انسان ایسا

گذر رہا ہے؟ نہیں! بیشک یہ اللہ کی تربیت اور تعلیم تھی جو آپ ﷺ نبی اُمی ہوتے ہوئے سب سے اعلیٰ انسانی کردار رکھتے تھے، اس لئے ان باتوں کو ذہن میں لاکر حضور اکرم ﷺ کو اللہ کا سچا رسول مانیں اور آپ ﷺ کی رسالت کا پختہ ویقینی اقرار کریں۔

سوال:۔ حضرت محمد ﷺ نے بہت ساری باتیں آگے آنے والے زمانوں اور قیامت کے حالات بتلائے ہیں، کیا آپ ﷺ غیبی علم رکھتے تھے؟

جواب:۔ آپ ﷺ نے جتنی باتیں آئندہ آنے والے زمانوں کی قیامت اور آخرت کی بتائی ہیں ان سب کا اللہ کی طرف سے آپ کو علم دیا گیا، آپ ﷺ غیبی علم نہیں رکھتے تھے بلکہ جتنا اللہ نے بتایا اتنا ہی جانتے تھے، غیبی علم سوائے اللہ کے کسی کو معلوم نہیں۔

سوال:۔ آپ ﷺ کو غیبی علم نہیں تھا، اس کی کچھ مثالیں بیان کیجئے؟

جواب:۔ آپ ﷺ کو پیغمبر بننے تک یہ نہیں معلوم تھا کہ آپ ﷺ پیغمبر بنائے جانے والے ہیں، آپ کو قرآن دیا جانے والا ہے، آپ کی قوم آپ کو مکہ سے نکال دے گی، آپ سے مشرکین نے سورۂ کہف کے تین سوالات کئے، وہ آپ کو نہیں معلوم تھے، حضرت عائشہؓ پر تہمت لگائی گئی، آپ ﷺ کو ایک مہینہ کے بعد سچائی کا علم ہوا، جنگ احد میں آپ زخمی ہونے والے تھے، آپ کو علم نہیں تھا، آپ ﷺ کو دھوکہ دے کر منافقین ۷۰/ جیّد حفاظ صحابہ کو لے گئے اور شہید کر دیا، اس کا علم آپ ﷺ کو واقعہ کے بعد ہوا، جنگ بدر سے پہلے ابوسفیان کا قافلہ چکمہ دے کر مکہ پہنچ گیا، آپ ﷺ پر جادو کیا گیا' اس کا علم بھی آپ کو نہ پہلے سے تھا اور نہ فوراً علم ہو سکا۔

سوال:۔ آپ ﷺ نے جملہ گیارہ نکاح کئے' اس پر غیر مسلم غلط فہمی میں مبتلا ہو کر بیہودہ الزام لگاتے ہیں، کثرتِ نکاح کی ضرورت کیا تھی؟

جواب:۔ آپ ﷺ نے جتنے بھی نکاح کئے ان میں سوائے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے سب عمر رسیدہ اور بیوہ یا مطلقہ تھیں، پہلا نکاح حضرت خدیجہؓ سے کیا، اس وقت آپ ؐ کی عمر مبارک ۲۵/ سال تھی اور حضرت خدیجہؓ کی عمر ۴۰/ سال تھی، آپ ﷺ کے ایک سے زیادہ

نکاح کرنے کے کئی وجوہات ہیں، اسلام میں عورتوں کے بہت سے مسائل ایسے بتائے گئے ہیں جن کو آپ ﷺ غیر عورتوں کے سامنے بیٹھ کر بوجہ شرم وحیاء اور شانِ نبوت کے بیان نہیں کرسکتے تھے، اس لئے زیادہ تر عورتوں کے مخصوص مسائل اپنی ازواج کے ذریعہ بیان کردیتے تھے، اس کی وجہ سے شرم وحیاء باقی رہتی اور عام عورتیں اپنے مسائل آپ ﷺ کی ازواج کے سامنے بیان کرتی تھیں، حضور ﷺ کے سامنے مخصوص مسائل بیان نہیں کرسکتی تھیں، اسی طرح بعض خواتین بڑے معزز خاندان، حسب نسب والی تھیں اور سرداروں کے خاندان سے تھیں؛ وہ جب اسلام میں داخل ہوتیں تو ان کا نکاح عام مسلمان سے نہیں کیا جاسکتا تھا، اس سے ان کو اپنے مقام ومرتبہ کے لحاظ سے زندگی بھر اذیت اٹھانی پڑتی، اس لئے مجبوراً آپ ﷺ نے انہیں اللہ کے حکم سے اپنے نکاح میں داخل کیا، اگر کثرتِ نکاح کی غرض نفسانی خواہش کی تکمیل ہوتی تو پہلا نکاح ۴۰ رسالہ عورت سے کیوں کرتے؟!

سوال:۔ کیا حضرت محمد ﷺ کو بشر مان کر ایمان لانا ضروری ہے؟

جواب:۔ ہاں! حضرت محمد ﷺ کو بشر یعنی خاص انسان مان کر ایمان لانا ضروری ہے، ورنہ سورۂ کہف کی آخری آیات کا انکار ہوجاتا ہے، البتہ آپ ﷺ عام بشر نہیں ہیں۔

سوال:۔ جو لوگ حضرت محمد ﷺ کو بشر نہیں مانتے کیا ان کا ایمان صحیح ہے؟

جواب:۔ جو لوگ حضرت محمد ﷺ کو بشر نہیں مانتے ان کا ایمان صحیح نہیں ہے۔

سوال:۔ کیا حضرت محمد ﷺ پر رسالت کا سلسلہ ختم ہوگیا یا جاری ہے؟

جواب:۔ حضرت محمد ﷺ پر رسالت کا سلسلہ ختم ہوچکا ہے، آپ ﷺ کو اللہ نے خاتم الانبیاء بنایا، آپ ﷺ کے بعد نبیوں کو بھیجنے کا سلسلہ بند کردیا گیا، اب قیامت تک کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔

سوال:۔ حضرت محمد ﷺ کی رسالت کب تک جاری رہے گی؟

جواب:۔ حضرت محمد ﷺ کی رسالت قیامت تک جاری رہے گی۔

سوال:۔ قیامت کے قریب اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ کو دوبارہ دنیا میں بھیجے

گا، کیاان کے آنے سے ختم نبوت میں فرق نہیں پڑے گا؟

جواب:۔ حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے موت نہیں دی بلکہ آسمانی پر زندہ اٹھالیا تھا، قیامت کے قریب دوبارہ دنیا میں نئے نبی کی حیثیت سے نہیں بھیجے گا، وہ آکر حضرت محمد ﷺ کی نبوت کی گواہی وشہادت دیں گے اور محمد رسول اللہ ﷺ کو آخری پیغمبر مانیں گے، اور انھی کے امتی کی حیثیت سے قرآن مجید پر عمل کر کے حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات ہی کی دعوت دیں گے، ان پر جو کتاب انجیل نازل ہوئی تھی' اس پر نہیں چلیں گے، وہ اللہ کی طرف سے منسوخ کردی گئی، وہ امت کے فرد اور پیشوا رہیں گے، لوگ ان کو حضرت محمد ﷺ سے پہلے ہی کے نبی مانیں گے، ان کے آنے سے ختم نبوت پر کوئی فرق نہیں پڑے گا، حضرت محمد ﷺ ہی آخری نبی رہیں گے، اور محمد رسول اللہ ﷺ ہی کی نبوت قیامت تک جاری رہے گی۔

سوال:۔ اگر کوئی حضرت محمد ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے تو وہ کیسا ہے؟

جواب:۔ اگر کوئی حضرت محمد ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا ہے اور کافر ہوگا۔

سوال:۔ اگر کوئی حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی اور کو نبی یا پیغمبر مانے، یا نبی کا سایہ مانے تو وہ کیسا ہے؟

جواب:۔ اگر کوئی محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی اور کو پیغمبر یا نبی کا سایہ مانے تو وہ مسلمان باقی نہیں رہے گا، وہ بھی کافر ہوگا۔

سوال:۔ کچھ غیر مسلم ہمارے پیغمبر پر کارٹون بنا کر مذاق اُڑاتے ہیں، کیا ہم بدلے کے طور پر ان کے پیشواؤں کے کارٹون بنا کر مذاق اُڑا سکتے ہیں؟

جواب:۔ اسلام نے حضرت محمد ﷺ کی طرح تمام پیغمبروں کا ادب واحترام اور ان سے محبت کی تعلیم دی ہے، ہم کسی بھی پیغمبر کا مذاق یا بے عزتی نہیں کر سکتے، اگر ہم بھی بدلہ لینے کے لئے کسی پیغمبر پر کارٹون بنائیں تو ایمان سے خارج ہو کر مسلمان باقی نہیں رہتے۔

سوال:۔ کیا مسلمان' پیغمبروں میں تفریق کر کے ایمان والا رہ سکتا ہے؟

جواب:۔ مسلمان پیغمبروں کے درمیان تفریق کر کے، یا کسی کو ماننے اور کسی کو نہ

ماننے سے ایمان والا نہیں رہ سکتا۔

سوال:۔ پیغمبر کے دنیا سے چلے جانے کے بعد اللہ اپنے احکام کو سمجھانے کا کیا نظام رکھا ہے؟

جواب:۔ پیغمبر کے دنیا سے چلے جانے کے بعد کلام الٰہی کی حفاظت خود اللہ کرنے کا وعدہ کیا اور کلام الٰہی کی سمجھ حاصل کرنے کے لئے رسول اللہ کی زندگی کے تمام حالات و واقعات کو بھی محفوظ کروادیا، اور پیغمبر کے وارث علماء کو رکھا' جس کی وجہ سے انسان پیغمبر کی زندگی کو قرآن مجید کی عملی مثال کی حیثیت سے سمجھ کر اللہ کی عبدیت و بندگی کرسکتا ہے۔

سوال:۔ رسول اللہ ﷺ کے دنیا سے چلے جانے کے بعد آپ کے امتیوں پر اللہ نے کیا ذمہ داری رکھی؟

جواب:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے چلے جانے کے بعد آپؐ کے امتیوں پر ذمہ داری ہے کہ وہ آپ کی لائی ہوئی تعلیمات کو دنیا کے ہر انسان تک اپنی اپنی استطاعت کے مطابق پہنچانے کی کوشش اور فکر کریں، اللہ نے آپؐ کے امتیوں کو ہر ملک میں دوسرے انسانوں کے ساتھ ملا کر رکھا ہے، اب ایسی صورت میں دوسری قوموں کے ساتھ رہتے ہوئے اپنے قول اور فعل سے دعوتِ دینا ضروری ہے، فعل سے دعوت دین دینے کا طریقہ یہ ہے کہ دنیا کے لوگوں کے سامنے امانت دار، دیانت دار اور صادق و امین بن کر رہیں، نکاح، تجارت، نوکری، دوستی، پڑوسی اور تعلیم حاصل کرنے اور تعلیم دینے، استاد و شاگرد، بیمار کی تیمارداری، مدد کرنے میں انصاف، پردہ کرنے، معاملات، معاشرت اور اخلاقیات کے معاملے میں داعی بن کر دوسری قوموں کے سامنے دین اسلام کا عملی مظاہرہ کریں، اور ان میں یہ احساس پیدا کرنے کی کوشش کریں کہ اسلام زندگی کے ہر شعبہ میں غیر اسلام سے الگ فطری کلچر، تہذیب و طریقۂ زندگی سمجھاتا ہے، پھر موقع محل اور حالات کو مناسب سمجھ کر قول سے نفسیاتی انداز میں غیر مسلموں کے دل پر محنت کرتے رہیں، انہیں اسلامی کتابیں پڑھنے کے لئے دیں، اپنی محفلوں میں بلا کر خاص طور پر اسلام کا مظاہرہ کریں۔

سوال:۔ بچوں کو بچپن دعوتی ذہن کس طرح دیا جائے؟

جواب:۔ بچپن سے دعوتی ذہن نہ دینے کی وجہ سے مسلمان دعوتی ذہن سے بہت در ہو گئے ہیں، دعوت کا کام کرنے کے لئے داعی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق صفات اختیار کرنا ہوگا، تب ہی داعی کامیاب ہوسکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوتی میدان میں لانے سے پہلے جن صفات سے آراستہ کیا تھا وہی صفات داعی اپنے اندر پیدا کرے، اپنے ذہن سے پیغمبروں کے طریقوں کے خلاف دعوت دینے یا یہود و نصاریٰ کے طریقوں پر دعوت کا کام کرنے سے ہم کامیاب نہیں ہوسکتے، سب سے پہلے اس سوال کو سمجھئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ۴۰ رسال میں نبوت دینے کی حکمت کیا تھی؟ جبکہ اللہ کے نزدیک ایمان کی دعوت سب سے اہم ہے، اللہ چاہتا ہے کہ اس کا بندہ ایمان کے ساتھ آخرت میں آئے، مگر پھر بھی اللہ نے ۴۰ رسال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری و رسالت کو ظاہر نہیں فرمایا؟

اس کی وجوہات میں سے ایک حکمت یہ نظر آتی ہے کہ انسان دو طرح کے اعمال اختیار کرتا ہے، ایک عمل وہ ہوتا ہے جس سے اس کی ذات کو فائدہ ملتا ہے اور وہ اللہ سے اپنا رشتہ قائم کر لیتا ہے، نماز، پڑھتا ہے، روزہ رکھتا ہے، پردہ کرتا ہے، داڑھی رکھتا ہے، شراب نہیں پیتا، زنا نہیں کرتا، ان اعمال صالحہ سے انسان کو ذاتی فائدہ ہوتا ہے، اس لئے یہ اس کے ذاتی اعمال کہلاتے ہیں، اگر ایک داعی ان اعمال صالحہ کے ساتھ معاشرے میں چلتا پھرتا رہے تو ان اعمال سے دوسرے انسانوں کی نہ ضرورتیں پوری ہوتی ہیں اور نہ ان کو ان اعمال سے کوئی فائدہ پہنچتا ہے' نہ دوسروں کو ان اعمال کی ضرورت ہے۔

دوسرے کچھ اعمال ایسے ہیں جن کی دنیا ہر زمانے میں محتاج اور ضرورت مند رہی اور وہ انسانوں میں ان اعمال والوں کو تلاش کرتی ہے، ان پر اعتماد کرتی ہے، ان سے قریب ہوتی ہے، وہ اعمال جھوٹ نہ بولنا، دھوکہ نہ دینا، سچ بولنا، ایمانداری، امانتداری اور دیانت داری اختیار کرنا، انصاف پسندی، انسان کی خیر خواہی کرنا، ایثار و قربانی کا جذبہ

رکھنا، انسانوں کی بے لوث مدد کرنا، تعصب سے پاک رہنا، دوسروں کے دکھ درد میں کام آنا، غصہ کو پی کر یکطرفہ صبر کرنا وغیرہ ہیں۔

جب کسی انسان میں یہ صفات ہوتی ہیں تو دنیا کے تمام انسان چاہے کسی مذہب اور کسی قوم کے کیوں نہ ہوں ایسے انسان کو ہر مذہب والے پسند کرتے ہیں اور اس سے قریب رہتے ہیں، اور اس پر بھرپور بھروسہ اور اعتماد کر کے اس کی ہر بات کو بغیر تحقیق کے قبول کرتے ہیں، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے ایمان کی دعوت روک کر ۴۰ ر سال تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ کے معاشرے میں دعوتی اعمال کے ساتھ پھراتا رہا تا کہ لوگ بچپن سے جوان ہونے تک آپ کی زندگی کو نظر میں رکھ کر آئندہ ایمان کی دعوت جو دی جانے والی تھی سمجھ سکیں، چنانچہ پورے مکہ میں ان دعوتی اعمال کی وجہ سے سارے انسانوں سے آپ ﷺ کی زندگی بالکل الگ اور ممتاز ہوگئی اور لوگ آپ ﷺ کو صادق وامین اور کریم ابن کریم، رحیم ابن رحیم کے الفاظ سے پکارنے لگے اور آپ ﷺ کو امانتدار وایماندار جان کر اپنا تجارتی مال اور اپنی امانتیں آپ ﷺ کے پاس لاکر رکھنے لگے اور آپ ﷺ کو اپنے اختلافات میں جج ومنصف کی حیثیت دینے لگے، یہی وجہ ہے کہ نبوت ظاہر ہونے کے بعد وہ آپ ﷺ کو جھوٹا تصور نہیں کر سکتے تھے، مکہ فتح ہوتے ہی جوق در جوق داخل ہوگئے۔

اس تشریح کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ امتی جو داعی کا کردار ادا کرنا چاہتے ہیں ان کو حسب ذیل صفات سے آراستہ ہونا بہت ضروری ہے، تب ہی وہ کامیاب داعی بن سکتے ہیں اور ان کی دعوت کا اثر انسانوں پر پڑسکتا ہے، موجودہ زمانے میں اکثر دعوت کا ذہن رکھنے والے ان اعمال سے خالی ہیں وہ زیادہ تر علمی انداز پر اسلام کا پیغام لوگوں تک پہنچانا چاہتے ہیں یا مناظرہ سے دعوت دینا چاہتے ہیں، جو پیغمبر کے طریقے کے خلاف ہے۔

☆ داعی اپنے ہر عمل سے اسلام کی نمائندگی کرنے والا ہو، اور اپنی گفتگو سے لوگوں کے دل جیتنے والا بنے، ان کی عقلوں کو متاثر کرنے کی محنت کرے۔

☆ داعی کے ہر عمل سے مسلم اور غیر مسلم کے عمل کا فرق ظاہر ہونا لازم اور ضروری ہے

تا کہ غیر مسلم داعی کے اعمال دیکھ کر سوچنے پر مجبور ہو جائے کہ آخر یہ بھی انسان ہے اور میں بھی انسان ہوں، مگر اس کے اعمال میں اور ہمارے اعمال میں اتنا بڑا فرق کیوں ہے؟

☆ داعی سب سے پہلے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں صادق وامین کی صفات کو اپنے اندر سختی سے پیدا کرے، ان صفات کا پابند ہو جانے سے اس کے اخلاق لوگوں سے ممتاز ہو جائیں گے۔

☆ غیر مسلمین سے دوستی تین وجوہات کی بنیاد پر کی جاسکتی ہے، یا تو ان کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے، یا دعوتی بات پہنچانے کے لئے اور ان کی غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے، ان کے ساتھ دوستی میں خلط ملط ہو کر شریعت کے خلاف دلی لگاؤ سے عمل نہ کریں۔

☆ ان کی عورتیں اگر داعی کے گھر آئیں تو ان کے سامنے اسلامی کلچر کا دعوتی ذہن کے ساتھ بھرپور مظاہرہ کریں، ان سے بہن، ماں اور بیٹی کے الفاظ کے ذریعہ بات کریں، نگاہیں نیچی رکھ کر گفتگو کریں اور غیر ضروری بات نہ کریں، ان کو عورتوں میں بھیج دیں تا کہ وہ مسلمانوں کے ماحول میں اسلامی کلچر کو دیکھ سکیں، اپنی عورتوں کو ان کے سامنے بے شرمی و بے حیائی کے لباس میں بیٹھنے نہ دیں، اور اپنی عورتوں کو ان کے مردوں سے پردہ کروائیں، وہ اگر آپ کے گھر آئیں تو کچھ عمدہ لباس ضرورت یا استعمال کی چیز تحفہ دیں۔

☆ غیر مسلموں کے ساتھ دوستی رکھتے ہوئے انہیں وسیع النظری اختیار کرنے اور تمام مذاہب کی حقیقت کو سمجھنے کی ترغیب دیں، ان سے کام کی بات کریں' بیکار گفتگو سے بچیں، گفتگو میں حکمت کے طور پر اللہ کو پربھو، پرماتما، ایشور، من موہن کے نام سے کہتے ہوئے یہ احساس پیدا کرائیں کہ سب کا خدا ایک ہی ہے' الگ الگ نہیں، گفتگو میں انشاء اللہ، ماشاء اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر، جزاک اللہ کے الفاظ سے احساس دلائیں کہ مسلمان ہر بات میں اللہ کا شکر واحسان تعریف اور اس کے بھروسہ پر گفتگو کرتا ہے، ان کے ساتھ نفسیاتی انداز میں دلوں کو متاثر کرنے والی گفتگو کریں، خاص طور پر مسلمانوں میں بدعات و خرافات کو غیر اسلامی بتلائیں اور احساس دلائیں کہ یہ اعمال قرآن مجید کی تعلیمات سے

ہٹے ہوئے ہیں، ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

☆ غیر مسلموں کو دوستی میں داعی صاف صاف یہ ظاہر کر دیں کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا بندہ اور رسول مانتا ہے، وہ انسانوں کی طرح اللہ کے بندے ہیں خدا نہیں، ہم نہ رسول اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور نہ ان کو خدا کا مقام دیتے ہیں، ان کو اللہ کی مخلوق مانتے ہیں، ہو سکے تو ان کے سچے رسول ہونے کے نکات سمجھائیں۔

☆ جب داعی اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں سچا اور امانت دار بنائے گا تو کسی کا گھر اور دکان کرایہ پر لے کر جب مالکِ مکان معاہدہ ختم ہونے پر تخلیہ کا مطالبہ کرے تو کچھ وقت مانگ کر اس سے کسی قسم کا معاوضہ لئے بغیر اس کی ملکیت اس کو واپس کر دے، اس سے اسلام اور مسلمانوں کا غیروں پر خاص اثر پڑتا ہے۔

☆ جب داعی صادق و امین کی صفات والا ہو جائے گا تو نوکری کرے تو نوکری کے اوقات کو مالک، دُکان یا حکومت کے کاموں کو امانت سمجھ کر اپنے مالک اور سیٹھ کی مرضی کے مطابق وقت کی پابندی کے ساتھ ایمانداری سے کام کرے گا، نوکری کے اوقات میں ذاتی کام یا اخبار، ناول، ٹی وی پر ڈرامہ یا کرکٹ دیکھنے میں وقت خراب نہیں کرے گا یا مالک کے نہ دیکھنے پر کام میں سستی یا کام چوری نہ کرے گا، نماز یا لنچ کے لئے جتنا وقت دیا جائے اتنے ہی وقت میں لنچ اور نماز ادا کر کے اپنے سیٹ اور کام پر آجائے گا، اگر کام نہ بھی ہو یا جلد کام ختم ہو جائے تو مالک کی اجازت کے بغیر نوکری سے نہ چلا جائے، داعی نوکری کے اوقات کو امانت سمجھ کر اپنے ذاتی کام سے دور رہتا ہے۔

☆ حکومت کی طرف سے گاڑی یا چپراسی دیا جائے تو داعی صرف ان کو حکومت کے کام پر استعمال کرے، ذاتی کاموں یا گھر کے کام کاج میں استعمال نہ کرے، ورنہ یہ بھی ایمانداری کے خلاف ہوگا۔

☆ دُکان یا آفس کی کوئی چیز گھر لیجا کر استعمال کرنے میں داعی امانت میں خیانت تصور کرتا ہے اور اُسے چوری تصور کرتا ہے، اگر کسی کام پر بھیجنے کی وجہ سے سواری خرچ دیا

جائے تو داعی اپنے آپ کو صادق سمجھ کر اتنا ہی خرچ لے گا جتنا سواری کے اخراجات ہوں، اور اُسے جھوٹ اور چوری سمجھے گا، سواری کے اخراجات سے زیادہ پیسہ لینا جھوٹ ہوگا' اور جھوٹ منافق کی علامت ہے، اس سے داعی پر اعتماد اور بھروسہ ختم ہو جاتا ہے۔

☆ کسی کی دولت، ملکیت یا کوئی سونا چاندی داعی کے پاس امانت کے طور پر رکھی جائے تو داعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل میں اس امانت کی بھرپور حفاظت کرتا ہے اور مانگنے پر پائی پائی کا حساب کر کے لوٹائے گا، خاص طور پر داعی اگر قرض لے تو قرض کو جلد سے جلد لوٹانے کی نیت رکھتا ہے، یا وعدہ پر نہ دے سکے تو عاجزی کے ساتھ ادا کرنے کے لئے کچھ مدت مانگتا ہے، قرض کو ڈوبانے کی نیت نہیں رکھتا، دعوت کے کام میں اگر داعی کے معاملات صحیح نہ ہوں تو اس کا بہت بُرا اثر دعوت کے کام پر پڑتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غیر مسلموں سے قرض لیتے اور وقت پر ادا کر دیتے تھے، آپؐ کے اس عمل سے وہ متاثر ہو کر اسلام سے متاثر ہوتے اور ایمان میں داخل ہو جاتے۔

☆ داعی کے لئے اپنے وعدہ کی سچائی کو ثابت کرنے کے لئے وقت کی پابندی کرنا بے حد ضروری ہے، کسی سے وعدہ کرے تو انشاءاللہ کہہ کر وعدہ پورا کرے، وعدہ پورا نہ ہونے کی صورت پیدا ہو جائے تو پیشگی فون پر اطلاع دیدے، خاص طور پر شادی بیاہ اور جلسوں اور دیگر تقاریب میں وقت کی پابندی نہ کر کے اسلام کی امیج اور شناخت کو خراب کیا جاتا ہے، اس لئے دعوت کا اثر پیدا کرنے کے لئے وقت کی پابندی بہت ضروری ہے۔

☆ داعی جس کے پاس بھی ملازمت کرے وہاں کے اصول اور قانون کی پابندی کرنا گویا وہ ایک وعدہ اور معاہدہ ہوتا ہے، جس کی وہ پوری اجرت لیتا ہے، لوگوں کو قانون کے دائرے میں مدد کرے، مگر رشوت لیکر مدد نہیں بلکہ ایمان کے تقاضوں کے تحت اسلام کا مظاہرہ خاص طور پر ملازمت میں غیر معمولی اثر پیدا کرتا ہے اور لوگ داعی کے عمل سے اسلام کو سمجھ سکتے ہیں۔

☆ تاجر لوگ جب داعی کا کردار ادا کریں گے تو سچائی کے ساتھ ساتھ مال کا عیب اور نقص بتا کر اپنا مال فروخت کریں گے، مال کی جھوٹی تعریف کر کے اپنے کو جھوٹا ثابت نہیں

کریں گے، مال میں نقلی مال ملا کر فروخت کر کے دھوکہ نہیں دیں گے، گاہک سے وعدہ خلافی نہیں کریں گے، اس سے گاہک بہت متاثر ہوتے ہیں، اگر وقت پر مال نہ دے سکیں تو ٹیلیفون پر وقت لیکر وعدہ پورا کریں۔

امام ابوحنیفہؒ کپڑے کے بڑے تاجر تھے، انہوں نے اپنے ملازموں کو حکم دے رکھا تھا کہ اگر کسی کپڑے میں نقص ہو تو بتلا کر فروخت کرو، ایک مرتبہ ملازم بغیر نقص بتلائے کپڑا فروخت کر دیا، امام صاحبؒ کو معلوم ہوا تو آپ گاہک کو تلاش کر کے اس کی قیمتِ فروخت کم کر دی، پیسے واپس کئے۔

☆ داعی جب کسی کو ملازم رکھتا ہے تو دن اور وقت پورا ہوتے ہی اس کی پوری اجرت بغیر کسی تاخیر کے پسینہ خشک ہونے سے پہلے ہی دے دیتا ہے اور ملازموں، نوکروں اور غریبوں کے ساتھ مساوات انسانی کا سلوک کرتا ہے، ان کو بے عزتی سے نہیں پکارتا، ڈرائیور، مزدور اور نوکر کو بُرے القاب سے نہیں پکارتا، ان سے ایسا برتاؤ کرتا ہے کہ وہ باوجود نوکر اور چھوٹے طبقہ کے ہونے کے مالک سے بہت محبت رکھنے والے بن جائیں۔

میناکشی پورم میں ایک بزرگ اپنے غیر مسلم نوکروں کو اپنے حمام میں نہانے کے لئے اپنا صابن استعمال کرنے، اپنے گلاس میں پانی پینے اور اپنے ساتھ دسترخوان پر بیٹھا کر محبت سے کھلاتے تھے، اپنے بورویل سے پانی لینے دیتے تھے، وہ حضرت کا یہ سلوک دیکھ کر کہ ان کی قوم ان کو یہ مقام نہیں دیتی، انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔

☆ غیر مسلموں کے ساتھ رہتے ہوئے نماز کے اوقات میں خاص طور پر داعی وقت پر ان کے سامنے نماز ادا کرتا ہے اور صرف اللہ ہی کی عبادت کا ثبوت دیتا ہے، جہری نماز میں تلاوت بلند آواز سے کر کے قراءت کے ساتھ قرآن بھی سناتا ہے تاکہ وہ اللہ کا کلام سن کر متاثر ہوں۔

☆ غیر مسلم کے ساتھ دوستی میں خاص طور پر فلموں، ٹی وی کے ڈراموں، گالی گلوج اور بے حیائی کی باتوں سے دور رہنا داعی کے لئے بہت ضروری ہے، غیر مسلم کو اس بات کا احساس ہوجائے کہ آپ بے حیائی و بے شرمی اور گالی گلوج کو پسند نہیں کرتے، کسی کی غیبت ان کے

سامنے نہ کیجئے، دوستی میں عمدہ اخلاق کی نفسیاتی طور پر تلقین کرتے رہیں، غیر مسلموں کو خاص طور پر پردے کی اہمیت سمجھائیں، حرام مال یعنی شادی بیاہ میں ناجائز مال لینے اور لوٹنے کو انسانیت پر ظلم بتلائیں، زندگی کو بیکار کاموں میں برباد کرنے کا احساس دلائیں، انسانوں پر ظلم وناانصافی کا اللہ کے پاس بدلہ سمجھائیں، غیر مسلموں کو توبہ کی حقیقت سمجھائیں۔

☆ غیر مسلموں سے زیادتی ہوجائے یا وہ ناانصافی کریں یا ظلم کریں تو دعوت کی فضاء کو قائم رکھنے کے لئے یکطرفہ صبر اختیار کریں اور طاقت رکھتے ہوئے اپنی غلطی نہ بھی ہو تو محبت اور نرمی کا سلوک اختیار کریں، انسانیت اور شیطانیت کا کھلا فرق اچھے عمل سے ظاہر کریں، احسن طریقے سے ان کو معاف کریں تا کہ وہ آپ کے عمل سے خود شرمندگی محسوس کریں، یاد رکھئے کہ پیشاب کو پیشاب سے نہیں دھویا جاتا، پانی سے دھویا جاتا ہے، ان کی گالی کا جواب ہرگز گالی سے نہ دیں۔

☆ اگر کوئی غیر مسلم قرض مانگے اور استطاعت ہو تو دعوتی ذہن کے تحت ضرور دیں اور قرض واپس لینے میں نرمی وسہولت دیں، داعی کے اس عمل سے وہ مرعوب ہوجائیں گے۔

☆ داعی ہمیشہ اس بات کا خیال رکھے کہ اس کے کسی بھی عمل سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے، بڑی آواز سے ٹی وی، ٹیپ ریکارڈ یا مائک تقاریر گانے لگا کر اپنے سے نفرت نہ پیدا کرے، اکثر مسلمان شادی بیاہ، جلوس اور جلسوں میں چیخ پکار کر کے شور وغل کر کے اسلام اور مسلمانوں کی امیج وشناخت خراب کر دیتے ہیں، اسی طرح گھر کی تعمیر کے وقت پڑوس میں رہتے ہوئے اس کو جس چیز سے تکلیف ہو اس عمل سے دور رہیں۔

☆ راستہ چلنے میں اگر کوئی لفٹ مانگے تو ان کی مدد کرتے ہوئے لفٹ دیں، بس اور ریل میں سفر کرتے وقت کسی کو بیٹھنے کے لئے سیٹ نہ ملے تو اپنے بازو بٹھالیں، اور اس کو پڑوسی سمجھے، دعوتِ عمل کو پیش کرنے کی خاطر تھوڑی تکلیف برداشت کرلیں، سفر میں کچھ کھا پی رہے ہوں تو بازو والے کو نہ بھولیں، خود غرضی کا مظاہرہ نہ کریں، حسن سلوک کا مظاہرہ کریں، گفتگو کرنے کے لئے کم سے کم چائے پلائیں۔

☆ مسلم اور غیر مسلم کے درمیان جھگڑا ہوجائے تو اپنی قوم کے آدمی کی زبردستی طرفداری نہ کریں اور اپنے آدمی کی ہی غلطی وظلم کے باوجود تعصب اختیار کرتے ہوئے اس کی تائید نہ کریں، انصاف کے معاملے میں سچائی کا ساتھ دیں، اپنوں کے ظلم کے خلاف گواہی دینا پڑے تو سچائی کا ساتھ دے کر غیر مسلم کی تائید میں گواہی دیں، اس سے دوسری قوموں پر گہرا اثر پڑے گا۔

☆ دوستوں اور پڑوسیوں میں غیر مسلم جب بیمار ہوجائے تو روزانہ اس کی عیادت کرے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، ڈاکٹر کے پاس لیجانے کی مدد کا پیشکش کرے، اگر وہ غریب ہو تو استطاعت پر اس کے علاج کے لئے ہمدردی کے طور پر کچھ پیسے یا دوائیں دلا دیں۔

☆ داعی کبھی بھی ریل یا بس میں بغیر ٹکٹ کے سفر نہیں کرتا، سامان کا وزن برابر کروا کر کرایہ ادا کرتا ہے، کسٹم فیس ایمانداری کے ساتھ ادا کرتا ہے، اسی کی وجہ سے مسلمان کے ایماندار ہونے کا ثبوت ملے گا۔

☆ ڈاکٹر اور وکیل' صادق اور امین کی صفات اختیار کرلیں گے تو کبھی بھی ڈاکٹر اپنے مریض سے یا وکیل اپنے مؤکل سے جھوٹ بول کر دولت نہیں لوٹیں گے، خدمتِ خلق کی نیت سے داعی کا کردار ادا کریں گے، ڈاکٹر مریض کے غیر ضروری ٹسٹس کروا کر بیماری سے ڈرا کر مال نہیں لوٹیں گے، وکیل اگر سچ بولنے کا پابند ہوجائے تو مؤکل کو دھوکہ نہیں دے گا اور نہ اس کے مخالف آدمی سے ساز باز کرے گا، غلط سمجھا کر مقدمہ کے لئے تیار نہیں کرے گا، جھوٹ بولنے کو منافق کا عمل سمجھے گا، غیر مسلموں سے نرم گفتگو کریں۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو امتِ دعوت کی حیثیت سے مبعوث فرمایا تا کہ حضور ﷺ کے بعد قیامت تک سدھار و اصلاح کا کام ہوتا رہے، اللہ نے یہ کام کسی ایک فرد، شخصیت، بزرگ کو نمونہ بنا کر لینا نہیں چاہا بلکہ پوری امت کو رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کا نمائندہ بنا کر مثال اور نمونہ بننے کا موقع عطا فرمایا تاکہ دنیا کے دوسرے انسان اسلام کا صحیح اور مکمل معاشرہ دیکھتے رہیں، اس قسم کا معاشرہ بننے کے لئے کسی بڑے ملک یا لاکھوں انسانوں کی ضرورت نہیں صرف صحابہؓ کی طرح مٹھی بھر انسانوں کی ضرورت ہے جو کامل مسلمان ہوں، دعوتی اعمال اور دعوتی ذہن سے آراستہ ہوں۔

صلح حدیبیہ کے بعد دو سال میں اور فتح مکہ کے بعد لوگوں کی جتنی بڑی تعداد نے اسلام قبول کیا اس کی مثال مکہ معظّمہ کی ۱۳؍ سالہ زندگی میں نہیں ملتی، حضور ﷺ کی ۲۲؍ سالہ زندگی کے تین سالوں میں جس کثرت کے ساتھ لوگ مسلمان ہوئے اتنے ۱۹؍ سال میں نہیں ہوئے، اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ صلح حدیبیہ کے بعد عربوں کو اور خاص طور پر مکہ کے مشرکین کو شام جاتے ہوئے مدینہ میں مسلمانوں سے ملنے کی آزادی مل گئی تھی، لوگ اپنے اپنے رشتہ داروں سے ملنے مدینہ میں ان کے مہمان بنتے تو ان کو مشرک معاشرے کے مقابلے میں اسلامی معاشرے کے مسلمانوں کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملتا اور دونوں معاشروں کا کھلا فرق معلوم ہوتا تھا جس کی وجہ سے ایمان ان کے دلوں میں اتر جاتا تھا۔

وہ دیکھتے اور محسوس کرتے کہ وہ لوگ جو ان کے حسب نسب سے ہی ہیں ان کی زبان ایک ہے، ان کا وطن اور مقامِ پیدائش ایک ہے، ہماری ہی طرح پرورش پائے ہیں، ہماری ہی طرح ایک ہی ہوا، ایک ہی غذاء، ایک جیسا ہی کپڑا پہنتے، ایک ہی پانی پیتے، ساری چیزیں ان کے اور ہمارے درمیان مشترک ہونے کے باوجود پھر کیا بات ہے کہ یہ فرشتوں جیسے بن گئے اور ہم حیوانوں سے بدتر زندگی گذار رہے ہیں، ہماری ہی طرح انسان ہوتے ہوئے بچوں کو بھوکا رکھ کر مہمانوں کو کھلاتے ہیں، اپنے منہ کا نوالہ خود بھوکے رہ کر پڑوسی، مسافر اور محتاجوں کو کھلاتے ہیں، غیر عورتوں سے دلچسپی نہیں رکھتے، قرض لیکر ڈبوتے نہیں، خودغرضی سے دور، یتیموں اور مسکینوں کے مال کی حفاظت اور مدد کرتے ہیں، امانتداری، دیانتداری، پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک، سچائی وایمانداری کے ساتھ تجارت کرتے، کبھی جھوٹ نہیں بولتے، وعدہ خلافی نہیں کرتے، شراب، زنا، سود، جوا جیسے خراب عادتوں اور برائیوں سے دور ہو گئے۔

کل تک اُن کی عورتیں بے پردہ پھرتی تھیں، آج ان کو کوئی دیکھ نہیں سکتا، آخر ان میں اور ہم میں زمین و آسمان کا فرق کیسے پیدا ہوگیا؟ ابھی ابھی مکہ سے آنے کے بعد صرف کلمہ کے الفاظ زبان سے ادا کرتے ہی اتنا بڑا انقلاب اور تبدیلی کیسے آگئی؟ ان کو مسلمانوں کے یہ حالات سوچنے پر مجبور کردیتے، واپس مکہ جاکر گھروں میں گفتگو میں صحابہؓ کی زندگیوں کے چرچے ان کی زبانوں پر جاری ہوگئے۔

ان کو یہ بات آسانی سے سمجھ میں آگئی کہ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت ہے، انہوں نے بے شعوری کے ساتھ کلمۂ ایمان کا اقرار نہیں کیا، بغیر سوچے سمجھے ایمان قبول نہیں کیا، ان کا ایمان حلق سے نیچے اُتر کر دلوں میں جگہ بنا چکا، انہوں نے ایمان کا کلمہ حلف لینے کے انداز پر دل سے اقرار کیا، وہ کلمہ پڑھ کر کلمہ کے حقوق جان گئے، کلمہ کی ذمہ داریوں سے واقف ہوگئے، کلمہ والے اعمال سے واقف ہوگئے، کلمہ پڑھ کر کلمہ کے آداب، کلمہ والی زندگی کے طریقوں سے واقف ہوگئے، اسی لئے وہ کلمہ پڑھ کر زندگی کے اعمال میں ایمان کا مظاہرہ کرکے ایمان کا ثبوت دے رہے ہیں، وہ کلمہ پڑھ کر زندگی کے ہر شعبہ میں کلمہ کا نور ظاہر کر رہے ہیں، جس کی وجہ سے ہم میں اور ان میں عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاقیات میں زمین و آسمان کا فرق پیدا ہوگیا، وہ ایمان لاکر توحید اور شرک کے ملاوٹ والے ایمان سے دور ہوگئے، وہ جھوٹ، گالی گلوج، خیانت، وعدہ خلافی کو ایمان کے اعمال نہیں سمجھتے، عورتوں کی عصمت لوٹنے سے نفرت کرتے ہیں، ان کا ایمان اللہ اور رسول کی نافرمانی سے روکنے والی زبردست طاقت بنا ہوا ہے۔

موجودہ زمانے میں ایمان اور اسلام صرف کتابوں اور لائبریریوں میں محفوظ ہے یا مساجد کی حد تک نظر آتا ہے، مگر مسلمانوں کی زندگی سے ظاہر نہیں ہوتا، وہ زبان سے اسلام کی تعریف کرتے ہیں مگر عمل سے اسلام کی مثال پیش نہیں کرتے۔

اس مضمون کی مزید تفصیل جاننے کے لئے ہماری کتابیں ''پیغمبر پر ایمان میں شعور کیسے دیں؟'' اور ''پیغمبر پر ایمان لانے کے شرائط (محمد رسول اللہ ﷺ)'' ضرور پڑھئے۔

ایمان بالآخرۃ (قیامت‘ حشر‘ جنت وجہنم وغیرہ پر ایمان)

سوال:۔ آخرت کا دن اللہ کی کس صفت کا اظہار ہے؟

جواب:۔ آخرت کا دن اللہ کی صفتِ عدل کا اظہار ہے۔

سوال:۔ ایمان بالآخرۃ کو ماننا کس بات کو ماننا ہے؟

جواب:۔ ایمان بالآخرۃ کو ماننا‘ اللہ کو عدل کرنے والا ماننا ہے۔

سوال:۔ ایمان بالآخرۃ کا انکار اللہ کی کس صفت کا انکار ہے اور کیوں؟

جواب:۔ ایمان بالآخرۃ کا انکار اللہ تعالیٰ کی صفتِ عدل کا انکار ہے، اس سے اللہ کو انصاف کرنے والا نہ ماننا ہے۔

سوال:۔ انسان کی زندگی کے کتنے حصّے ہیں؟

جواب:۔ انسانی زندگی کے دو حصے ہیں، ایک دنیا کی زندگی، دوسری مرنے کے بعد والی زندگی یعنی آخرت کی زندگی۔

سوال:۔ دنیا‘ آخرت کے لئے کیا مثال رکھتی ہے؟

جواب:۔ دنیا‘ آخرت کے لئے کھیتی کی مثال رکھتی ہے۔

سوال:۔ دنیا کس قسم کی کھیتی ہے؟

جواب:۔ دنیا کو اللہ نے انسان وجن کے لئے اچھے بُرے اعمال کرنے کے لئے بنایا ہے، یہاں انسان کو اللہ نے اچھے بُرے اعمال کرنے کی آزادی دی ہے۔

سوال:۔ آخرت انسان کے لئے کیا ہے؟

جواب:۔ آخرت انسانوں کے لئے دنیا میں کیئے گئے اچھے بُرے اعمال کی جزاء اورسزاء پانے کی جگہ ہے، یعنی بدلہ اور انعام پانے کی جگہ ہے۔

سوال:۔ آخرت کس قسم بدلہ اور انعام پانے کی جگہ ہے؟

جواب:۔ آخرت کا دنیا کی زندگی سے بہت گہرا تعلق ہے، انسان دنیا میں جس

کردار کے ساتھ زندگی گذارے گا وہاں انسان کو اُسی کردار کے حساب سے زندگی ملے گی، یا تو اطاعت و بندگی پر آرام و راحت والی جنت کی زندگی (مہمان خانہ)، ہوگی یا پھر نافرمانی اور بغاوت پر مصیبت اور آگ کے عذاب والی جہنم کی زندگی (قید خانہ) ہوگی۔

سوال:۔ اچھے بُرے اعمال کا حساب کہاں لیا جائے گا؟

جواب:۔ اچھے بُرے اعمال کا حساب میدانِ حشر میں لیا جائے گا۔

سوال:۔ انسان کی زندگی کہاں مکمل ہوگی؟

جواب:۔ انسان کی زندگی موت کے ذریعہ دنیا سے گذرنے کے بعد جنت یا جہنم میں مکمل ہوگی۔

سوال:۔ جنت اور دوزخ کیا ہیں؟

جواب:۔ جنت نیک اعمال کی جزا اور دوزخ بُرے اعمال کی سزا پانے کی جگہ ہے۔

سوال:۔ کیا دنیا انسان کی زندگی کا اصل ٹھکانہ نہیں ہے؟

جواب:۔ ہاں! دنیا انسان کی زندگی کا اصل ٹھکانہ نہیں، وہ دنیا میں مختصر مدت کے لئے امتحان کی خاطر آتا ہے اور پھر مرنے کے بعد آخرت کی طرف آگے چلا جاتا ہے۔

سوال:۔ انسان کی زندگی کہاں سے شروع ہوئی اور کہاں مکمل ہوگی؟

جواب:۔ انسان کی زندگی عہدِ الست سے ہوتے ہوئے نسل در نسل منتقل ہوتے ہوئے ماں کے پیٹ، پھر دنیا، پھر عالم برزخ، پھر میدانِ حشر، پل صراط پر سے گذر کر جنت یا جہنم میں مکمل ہوگی۔

سوال:۔ کیا انسانوں کے لئے آخرت کا ہونا ضروری ہے؟

جواب:۔ ہاں! انسانوں کے لئے آخرت کا ہونا ضروری ہے، ورنہ دنیا میں انسان کی پیدائش کا مقصد بیکار ہو جاتا۔

سوال:۔ آخرت کا ہونا اور انسانوں کا حساب لینا کیوں ضروری ہے؟

جواب:۔ اللہ نے انسان کو زمین پر اپنا خلیفۂ زمین بنایا اور بہت سارے اختیار دیئے

اور بہت ساری نعمتوں کو استعمال کرنے کی آزادی دی ہے، پھر سب سے بڑی چیز ایمان قبول کرنے نہ کرنے کی آزادی بھی دی، ایسی صورت میں انسان کا حساب لینا بہت ضروری ہے، ورنہ یہ سب بیکار ہو جائے گا۔

سوال:۔ کیا دوسری مخلوقات کو بھی آخرت میں حساب دینا ہے؟

جواب:۔ دوسری مخلوقات کا آخرت میں حساب نہیں لیا جائے گا، اس لئے کہ ان کو دنیا میں عمل کرنے نہ کرنے کا اختیار ہی نہیں دیا گیا، وہ اپنی مرضی سے کوئی عمل نہیں کر سکتے، وہ دن رات صرف اللہ ہی کے حکموں پر چلتے ہیں، ان کو صرف بدلہ دلا دیا جائے گا۔

سوال:۔ دنیا میں انسان کا سب سے بڑا دشمن کون ہے اور وہ کیا چاہتا ہے؟

جواب:۔ دنیا کی زندگی میں انسان کا سب سے بڑا دشمن شیطان ہے، وہ انسانوں کو سیدھے راستے سے بھٹکا کر اللہ سے دور کر کے شرک، کفر اور نافرمانی کرواتا ہے اور جہنم کے راستے پر چلانا چاہتا ہے۔

سوال:۔ دنیا میں کتنی قسم کی جماعتیں ہوں گی؟

جواب:۔ دنیا میں دو قسم کی جماعتیں ہوں گی، ایک وہ جو اللہ پر ایمان لا کر اللہ ہی کی اطاعت و بندگی کریں گی، وہ حزب اللہ یعنی اللہ کی جماعت کہلائے گی، دوسری وہ جو شیطان کے ساتھی اور دوست بنیں گے، حزب الشیطان یعنی شیطان کی جماعت ہوگی۔

سوال:۔ کیا انسان مرنے کے بعد جلانے یا دفن کرنے پر مکمل فناء اور ختم نہیں ہو جاتا؟ اگر فناء نہیں ہوتا تو کیسے باقی رہتا ہے؟

جواب:۔ ہاں! انسان مرنے کے بعد جلانے یا دفن کرنے سے مکمل فناء یا ختم نہیں ہو جاتا، اس لئے کہ جلانے اور دفن کرنے سے اس کا جسم تو ختم ہو کر مٹی یا راکھ میں مل جاتا ہے، مگر روح مرنے کے بعد بھی باقی رہتی ہے، انسان اس کو نہ پکڑ سکتا ہے اور نہ جلا سکتا ہے، اُسے فرشتے قیامت میں حساب کتاب کے لئے لیکر چلے جاتے ہیں۔

سوال:۔ روح مرنے کے بعد کہاں باقی رہتی ہے؟

جواب:۔ روح مرنے کے بعد علیین یا سجین میں باقی رہتی ہے۔

سوال:۔ مرنے کے بعد قبر کی زندگی کب تک رہے گی؟

جواب:۔ مرنے کے بعد عالمِ برزخ کی زندگی قیامت قائم ہونے تک رہے گی۔

سوال:۔ انسان کو حساب کتاب کے لئے کب دوبارہ زندہ کیا جائے گا؟

جواب:۔ سب سے پہلے قبر میں منکر نکیر سوالات کریں گے، پھر قیامت قائم ہوتے ہی انسان کو حساب کتاب کے لئے دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور حساب کتاب کے لئے میدانِ حشر میں سارے انسانوں کو جمع کیا جائے گا۔

سوال:۔ میدانِ حشر میں کیا صرف روح آئے گی یا جسم کے ساتھ زندہ کیا جائے گا؟

جواب:۔ میدانِ حشر میں تمام انسانوں کو روح اور جسم کے ساتھ زندہ کیا جائے گا۔

سوال:۔ روح کو جسم کے ساتھ کیوں زندہ کیا جائے گا؟

جواب:۔ اس لئے کہ روح نے دنیا کی زندگی میں اچھے برے اعمال جسم کے اعضاء کے ساتھ کئے ہیں، اس لئے حساب کتاب جسم کے اعضاء کے ساتھ ہوگا۔

سوال:۔ انسان کی دنیا کی زندگی کے سدھار کا دارومدار عقیدۂ ایمان کے کس حصہ پر ہے؟

جواب:۔ انسان کی دنیوی زندگی کے سدھار کا پورا دار و مدار ایمانیات کے حصۂ عقیدۂ آخرت پر ہے، جتنا زیادہ آخرت پر ایمان مضبوط ہوگا اتنا ہی انسان اللہ کا فرمانبردار بنا رہے گا اور جتنا زیادہ عقیدۂ آخرت کمزور ہوگا' یا نہیں ہوگا تو انسان اتنا ہی اللہ سے نڈر اور نافرمان بنا رہے گا۔

جس طرح دنیا کے اندھیرے کو دور کرنے کے لئے روشنی کا نور چاہیئے اسی طرح انسان کی جہالتوں، گمراہی اور بداعمالیوں کو دور کرنے کے لئے آخرت والے ایمان کا نور چاہیئے، جس انسان کے دل میں آخرت والے ایمان کا نور آجاتا ہے وہ اللہ کا صحیح عبد و بندہ

بن جاتا ہے اور اپنی جہالتوں اور بداعمالیوں کو چھوڑ کر آخرت کی تیاری کرتا ہے اور جنت والے اعمال اختیار کرتا ہے۔

سوال:۔ قرآن مجید کی سورتوں میں سب سے پہلے عقیدۂ آخرت والی کونسی سورتیں نازل ہوئیں؟

جواب:۔ اللہ نے سب سے پہلے قرآن مجید کے پارہ:۳۰ کی سورتوں میں توحید، رسالت اور آخرت والی سورتیں نازل فرمائی، جس میں زیادہ عقیدۂ آخرت کو سمجھایا گیا۔

سوال:۔ انسانوں کو سدھارنے کے لئے سب سے پہلے توحید کے ساتھ کس عقیدہ کو زیادہ سمجھانا چاہئے؟

جواب:۔ انسانوں کو توحید کے بعد زیادہ تعلیم، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوکر حساب دینے یعنی سکرات، قبر، حشر، پل صراط اور جنت اور دوزخ کو سمجھانا چاہئے۔

سوال:۔ انسان کو جنت و دوزخ بنانے کا اختیار کہاں دیا گیا؟

جواب:۔ انسان کو جنت یا دوزخ بنانے کا اختیار دنیا ہی کی زندگی میں دیا گیا۔

سوال:۔ آخرت میں کامیاب ہونے کے لئے کیا صرف آخرت پر ایمان لانا کافی ہے؟

جواب:۔ آخرت میں کامیاب ہونے کے لئے صرف آخرت پر ایمان لانا کافی نہیں' اس کا پختہ یقین بھی پیدا کرنا ہوگا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: مجھے آخرت پر اتنا پختہ یقین ہے کہ وہ اگر سامنے آجائے تب بھی اس میں رتی برابر اضافہ نہیں ہوگا۔

سوال:۔ انسان آخرت کی تیاری کب کرسکتا ہے؟

جواب:۔ انسان آخرت کی تیاری اسی وقت کرسکتا ہے جب اس کو آخرت کا یقین ہو، یقین نہ ہو تو وہ برائے نام آخرت کو مانتا ہے۔

سوال:۔ عقیدۂ آخرت پر یقین پیدا کرنے میں انسان کیسے دھوکہ کھاتا ہے؟

جواب:۔ عقیدۂ آخرت پر یقین پیدا کرنے میں انسان حسبِ ذیل باتوں سے دھوکہ کھاتا ہے:

(۱) کسی بھی مرے ہوئے انسان کو دوبارہ زندہ ہوتا ہوا نہیں دیکھتا۔

(۲) انسان کو مرنے کے بعد جلا دینے یا دفن کرنے سے اس کا جسم گل سڑ کر یا راکھ بن کر فناء ہو جانے کو دیکھتا ہے۔

(۳) پانی میں ڈوب جانے یا جانور کے کھا جانے کے بعد پوری طرح ختم ہو جانے کو دیکھتا ہے۔

(۴) اس کو روح کا جسم سے نکلنا نظر نہیں آتا۔

سوال:۔ مرنے کے ساتھ جنت و دوزخ کا فیصلہ کیوں نہیں کر دیا جاتا؟

جواب:۔ مرنے کے بعد ساتھ ہی اگر جنت اور دوزخ کا فیصلہ کر دیا جائے تو وہ نامکمل اور ناانصافی کا فیصلہ ہوتا، اس لئے کہ انسان بہت سے اعمال نیکی اور گناہ کے کرتا ہے، بہت سے لوگوں کو گمراہی سکھاتا ہے، ان کے اثرات اس کے مرنے کے باوجود اس دنیا میں چلتے رہتے ہیں اور بہت سے انسان اس کے سکھائے ہوئے ان اعمال پر زندگی گذارتے رہتے ہیں، اس لئے قیامت کے دن سارے انسانوں کا عمل ختم ہونے کے بعد نیکی کا پورا پورا بدلہ اور برائی کی پوری پوری سزاء کا حساب ہوگا۔

سوال:۔ کیا لوگوں کو نیکی اور برائی کی تبلیغ کرنے والوں کو بھی بدلہ ملے گا؟

جواب:۔ ہاں! جو لوگ دنیا میں نیکی اور برائی انسانوں کو سکھائیں گے ان کا بدلہ بھی سکھانے والے کو ملے گا، اگر کسی نے برائی سکھائی ہو تو سارے انسانوں کے گناہوں کو لینا پڑے گا اور ذمہ دار بننا پڑے گا۔

سوال:۔ اگر ظلم و زیادتی کی ہو یا حق تلفی کی ہو تو آخرت میں اس کا حساب کیسے ہوگا؟

جواب:۔ جو لوگ دنیا میں ظلم و زیادتی کیئے ہوں یا کسی کا مال ناحق کھا لیا ہو تو اس کے

معاوضہ میں مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈال دیئے جائیں گے اس کے باوجود ظلم باقی رہے تو ظالم کی نیکیاں لیکر مظلوم کو دیدی جائیں گی، وہاں دینار اور درہم سے لین دین نہیں ہوگا۔

سوال:۔ کیا دنیا کی چیزوں کے اثرات کی طرح انسانوں کے اعمال کے بھی اثرات ہیں؟

جواب:۔ ہاں! جس طرح دنیا کی چیزوں' سردی، گرمی، غذاء، دوا، پھل، آگ اور پانی کے اثرات ہوتے ہیں اسی طرح انسان کے تمام اعمال کے بھی اثرات ہوتے ہیں، کچھ اعمال کے اثرات فوراً ظاہر ہوجاتے ہیں اور کچھ اعمال کے اثرات امتحان کی وجہ سے دنیا میں ظاہر نہیں ہوتے، آخرت میں ظاہر ہوکر اس کا بدلہ ملتا ہے۔

سوال:۔ کن اعمال کے اثرات دنیا میں ظاہر نہیں ہوتے؟

جواب:۔ اللہ کے ساتھ شرک کرنا، کفر کرنا، منافقت کرنا، نماز نہ پڑھنا، روزہ، زکوٰۃ اور حج ادا نہ کرنا، بے پردگی و بے حیائی کرنا، ناچ گانا بجانا کرنا، فضول خرچی کرنا، قرآن کے خلاف اور سنت کے خلاف جان بوجھ کر چلنا، حرام کھانا وغیرہ، ان اعمال کے اثرات فوراً ظاہر نہیں ہوتے، ان کے اثرات مرنے کے بعد حشر کے میدان میں ظاہر ہوں گے اور ان کا بدلہ جہنم میں ملے گا، جو چیز دنیا میں بوئیں گے وہی چیز آخرت میں ملے گی۔

سوال:۔ دنیا میں مکمل انصاف کیوں نہیں مل سکتا؟

جواب:۔ دنیا صرف عمل کرنے کی جگہ ہے، آخرت انصاف پانے دنیا میں کیئے گئے اعمال کے بدلے کی جگہ ہے، اس لئے مکمل انصاف آخرت ہی میں ملے گا، دنیا میں ایک انسان عدالت میں جھوٹ بول کر یا جھوٹے گواہ لاکر یا جج، وکیل یا پولیس کو رشوت دے کر یا اپنے اثر و رسوخ سے برائی کے بدلے سے چھوٹ سکتا ہے یا جرم کر کے غائب ہوسکتا ہے، اور یہاں شرک، کفر، نفاق، فضول خرچی، ناچنے گانے اور بجانے پر کوئی سزا نہیں ملتی، اگر کوئی دس خون کر دے تو عدالت اس کو صرف ایک مرتبہ قتل کر کے بدلہ لیتی ہے، یہ مکمل بدلہ نہیں ہوا، پھر مظلوم کے گھر کو تباہ کرنے اور اس کی بیوی بچوں کی زندگیوں کو تباہ کرنے کا کوئی معاوضہ نہیں دیا جاتا۔

سوال:۔ دنیا میں جو لوگ ایمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود نماز نہیں پڑھتے، دیگر ارکان اور احکامِ الٰہی ادا نہیں کرتے، ناجائز رقمیں کسی بھی شکل میں وصول کرتے ہیں، جائیدادوں پر قبضے کرتے ہیں، بے حیائی و بے پردگی اختیار کرتے ہیں، ایمان کے ساتھ شرک کی ملاوٹ کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کا ایمان کیسا ہے؟

جواب:۔ ان لوگوں کا ایسا عمل یہ ظاہر کرتا ہے کہ ان کے پاس عقیدۂ آخرت کمزور ہے، اور اس سے بے شعور ہیں، وہ صرف زبان سے آخرت کا اقرار کر رہے ہیں، ایمان بالآخرۃ ان کے دلوں میں جگہ نہیں بنا سکا، ان کو مرنے کے بعد جواب دینے کا احساس ہی نہیں نظر آتا۔

سوال:۔ جو لوگ دنیا میں نماز نہیں پڑھتے' کیا وہ میدانِ حشر میں اللہ کو سجدہ کر سکیں گے؟

جواب:۔ جو لوگ دنیا میں نماز کے عادی نہیں تھے، وہ میدانِ حشر میں اللہ کو سجدہ نہیں کر سکیں گے، ان کی پیٹھ اکڑ جائے گی، وہ جھک بھی نہیں سکیں گے۔

سوال:۔ آخرت میں حوضِ کوثر پر حضور اکرم ﷺ کے ہاتھوں پانی پینے سے کون محروم رہیں گے؟

جواب:۔ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دین میں ثواب سمجھ کر نئی باتیں اور بدعات و خرافات کا اضافہ کیا، وہ آخرت میں حوضِ کوثر پر رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں پانی پینے سے محروم رہیں گے۔

سوال:۔ جو لوگ اسلامی عقیدۂ آخرت سے ہٹ کر آخرت کا عقیدہ بنالیں تو کیا وہ آخرت کی تیاری کر سکتے ہیں؟

جواب:۔ جو لوگ اسلامی عقیدۂ آخرت سے ہٹ کر من چاہا آخرت کا عقیدہ بنالیں تو وہ آخرت کی تیاری نہیں کر سکتے۔

سوال:۔ انسان ایمان بالکتب اور ایمان بالرسالۃ پر کب عمل کر سکتا ہے؟

جواب:۔ انسان ایمان بالکتب اور ایمان بالرسالۃ پر اسی وقت عمل کر سکتا ہے جب

اس کا ایمان عقیدۂ آخرت پر مضبوط ہو، اس لئے کہ اس کو ۲۴ گھنٹے یہ احساس رہتا ہے کہ وہ اگر کتابِ الٰہی کے خلاف عمل کرے گا اور محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں کتاب پر عمل نہیں کرے گا تو قیامت کے دن میدانِ حشر میں پکڑا جائے گا اور مجرم قرار دیا جائے گا، اس لئے کتاب اور رسالت پر عمل کروانے کے لئے آخرت پر ایمان و یقین کو پختہ کروانے کی محنت کی جانی چاہیئے۔

سوال:۔ دنیا میں کامیاب اور ناکام لوگوں کی پہچان کیا ہے؟

جواب:۔ احادیث میں حضور ﷺ نے فرمایا جس کا مفہوم ہے کہ جو لوگ جنتی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ جنت کے راستے کی توفیق دیتا ہے اور راستہ آسان کر دیتا ہے اور وہ جنت کے راستے پر چلتے رہیں گے، اور جو جہنمی ہیں اللہ ان کو جہنم کے راستے پر چلنا آسان کر دیتا ہے اور وہ جہنم کے راستے پر چلتے رہیں گے۔

سوال:۔ کیا انسان مرنے کے بعد بار بار دنیا میں اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے لئے جانور، درخت یا کسی اور مخلوق کے روپ میں آتا رہتا ہے، کیا یہ سچ ہے؟

جواب:۔ انسان مرنے کے بعد دوبارہ دنیا میں نہیں آتا، دنیا میں کسی دوسری مخلوق کی شکل میں آتے رہنے کا عقیدہ غلط ہے، اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ انسان دوبارہ اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے لئے جانور، درخت کی شکل میں دنیا میں آتا ہے تو کیا وہ انڈے، دودھ، گوشت، پھل، پھول وغیرہ گنہگار انسانوں کے کھا رہا ہے؟ نہیں!

سوال:۔ کسی کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان درخت یا جانور کی شکل میں آ کر دوسرے جنم میں اچھے کام کیا تو کیا وہ انسان کی شکل میں آ سکتا ہے؟

جواب:۔ ایسے انسانوں کو سوچنا چاہیئے کہ کیا جانور اور درخت کوئی نیک یا بُرا کام کر سکتے ہیں، کیا وہ نیکی پر چل سکتے ہیں، یا ان کا کوئی عمل گناہ ہو سکتا ہے؟ آخر انسان بننے کے لئے وہ کب نیک کام کر سکتے ہیں، یہ عقیدہ بھی غلط ہے۔

سوال:۔ دنیا میں انسان پہلے آیا یا جانور اور درخت پہلے پیدا ہوئے؟ آخر

دنیا میں پہلے کون آیا؟

جواب:۔ اگر انسان برے کام کرنے کے بعد جانور یا درخت بنتا ہے تو انسان کو سوچنا چاہئے کہ دنیا میں پہلے کون آیا؟ اگر انسان آیا تو وہ درخت نہ ہونے اور جانور نہ ہونے کی وجہ سے کیا غذائیں کھایا کرتا تھا؟ اور اگر درخت اور جانور پہلے آئے تو وہ کونسے انسانوں کی وجہ سے جانور اور درخت بنے؟ جبکہ دنیا میں جانور اور درخت ہی نہیں تھے۔

سوال:۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مان لو، آخرت میں نجات مل جائے گی، ان کو کیسے سمجھائیں؟

جواب:۔ ان کو سمجھایا جائے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کسی نے ان کو اللہ کا بیٹا نہیں مانا، پھر ان تمام لوگوں کی نجات کیسے ہوگی؟ یہ بات بالکل غلط ہے، اللہ کا کوئی بیٹا، بیٹی نہیں، ہر پیغمبر اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اللہ کو ایک اور اکیلا ماننے کی تعلیم دی، یہ سچائی ہے، بھلا ایک جھوٹی بات کو ماننے سے آخرت میں نجات کیسے ملے گی؟ نجات سچائی کو ماننے پر ہوگی، غلط عقیدہ رکھنے پر نجات نہیں ملے گی۔

اسلامی عقیدہ آخرت سے ہٹ کر دنیا میں جتنے عقیدہ اور تصورات انسانوں نے بنالئے وہ صرف انسان کے وہم و گمان اور خیالی تصورات ہیں، ان کا کوئی ثبوت اور سند نہیں، نہ کوئی پیغمبر کی تعلیم ہے، تمام تصورات عقل کے خلاف دلیل سے خالی ہیں، اور انسانی زندگی کو سدھار نہیں سکتے، صرف اسلامی عقیدۂ آخرت ہی سے انسان کی دنیا کی زندگی سدھر سکتی ہے۔

سوال:۔ کائنات کی تمام مخلوقات اور فرشتے سب ہی اللہ کی دن رات عبادت کرتے ہیں، پھر صرف انسان اور جن کو ثواب ہے، دوسروں کو کیوں نہیں؟

جواب:۔ دنیا کی دوسری مخلوقات اور فرشتوں کو نفس نہیں اور نہ وہ جدوجہد کر کے اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور دنیا ان کے لئے امتحان کی جگہ بھی نہیں، ان کو انسانوں کی طرح نیکی و بدی کا اختیار نہیں، انسان اور جن نفس کا مقابلہ کر کے جدوجہد کر کے اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور دنیا ان کیلئے امتحان بنائی گئی ہے اور ان کو نیکی و بدی کا اختیار دیا گیا، شر اور خیر اختیار کرنے

کی آزادی دی گئی، اس لئے اللہ نے ان کی عبادت پر اپنی رحمت سے جنت عطا کرتا ہے۔

سوال:۔ اکثر لوگ آخرت کو مانتے ہیں' مگر اس کی تیاری کیوں نہیں کرتے؟

جواب:۔ اکثر لوگ زبان سے تو آخرت کو مانتے ضرور ہیں مگر آخرت کے یقین کی کمزوری کی وجہ سے مرنے کے بعد والی زندگی کی تیاری نہیں کرتے۔

سوال:۔ کونسے لوگ آخرت سے غافل اور بے پرواہ بنے رہتے ہیں؟

جواب:۔ جو لوگ دنیا ہی کی زندگی کو سب کچھ سمجھتے ہیں اور دوبارہ زندہ ہونے کا تصور نہیں رکھتے' وہ آخرت کی زندگی سے بالکل غافل اور بے پرواہ بنے رہتے ہیں۔

سوال:۔ دنیا کی زندگی میں انسان آگ، زہر، سانپ، بچھو وغیرہ کے نقصان سے بچتا ہے، مگر آخرت کے نقصان سے بچنے کی کوشش کیوں نہیں کرتا؟

جواب:۔ وہ صرف اپنی آنکھوں پر بھروسہ کر کے دنیا کی نقصاندہ چیزوں سے نقصان کا یقین تو رکھتا ہے، مگر قرآن و حدیث پر پختہ یقین نہ ہونے کی وجہ سے آخرت والے گناہوں کی سزاؤں کا یقین نہیں رکھتا، اس لئے آخرت کے نقصان سے نڈر رہتا ہے۔

سوال:۔ انسان دنیا کی حکومتوں کی نافرمانی سے ڈرتا ہے، مگر اللہ کی نافرمانی سے کیوں نہیں ڈرتا؟

جواب:۔ انسان اللہ کی نافرمانی سے اس لئے نہیں ڈرتا کہ اس کو اللہ کے پاس دوبارہ زندہ ہو کر جانے اور حساب دینے کا احساس کمزور رکھتا ہے یا بزرگوں سے سفارش کروانے کا عقیدہ رکھتا ہے۔

سوال:۔ دنیا کی زندگی کی سدھار کس طرح ہو سکتی ہے؟

جواب:۔ صرف آخرت پر صحیح و پختہ ایمان رکھنے سے ہو سکتی ہے۔

مزید تفصیل کے لئے ہماری کتابیں تعلیم الایمان کے حصے "آخرت پر یقین پیدا کرنے کا طریقہ"، "فلسفۂ آخرت"، "بچوں کو عقیدۂ آخرت سمجھانے کا طریقہ"، "عقیدۂ آخرت ہی ایمان میں جان پیدا کرتا ہے" ضرور پڑھئے۔

ایمان بالقدر (تقدیر پر ایمان)

سوال:۔ تقدیر کیا ہے؟

جواب:۔ تقدیر کا تعلق اللہ تعالیٰ کی صفت علم سے ہے جو اس نے مخلوقات کے لئے قائم کیا ہے، کائنات کی ساری مخلوقات اعتدال کے ساتھ اسی تقدیر کی وجہ سے چل رہی ہیں، اللہ نے ساری مخلوقات کے لئے زندگی گذارنے کا اصول، ضابطہ اور قانون بنایا، اسی کو تقدیر کہتے ہیں، اسی تقدیر کی وجہ سے سورج، چاند اپنے وقت پر طلوع وغروب ہوتے ہیں، دن رات وقت پر آتے جاتے ہیں، زمین، ہوا، پانی، درخت، پودے، حیوانات و جمادات سب تقدیر ہی کی وجہ سے اپنے اپنے حدود میں کام کر رہے ہیں اور اپنی ذمہ داریاں انجام دے رہے ہیں۔

سوال:۔ تقدیر کے علم سے اللہ کیا جانتا ہے؟

جواب:۔ تقدیر کے علم سے اللہ تعالیٰ ہر مخلوق کی ابتداء سے آخر تک کا مکمل علم رکھتا ہے، اور یہ علم اس کو کسی نے نہیں دیا وہ ذاتی طور پر خود سے یہ علم رکھتا ہے، اس لئے کہ وہ علیم ہے۔

سوال:۔ اگر کوئی تقدیر کا انکار کرے تو اللہ کی کونسی صفت کا انکار ہوگا؟

جواب:۔ اگر کوئی تقدیر کا انکار کرے تو اللہ کی صفت علیم کا انکار ہوگا، گویا وہ اللہ کی بنائی ہوئی تقدیر کا انکار کر کے اللہ کو نہ جاننے والا سمجھتا ہے۔

سوال:۔ کیا تقدیر کا علم ہونا اللہ کے لئے ضروری ہے؟

جواب:۔ ہاں! بحیثیت خالقِ کائنات' ہر مخلوق کی ابتداء سے آخر تک کا علم رکھنا اللہ کیلئے ضروری ہے، اس لئے کہ اس کو ہر مخلوق کی پرورش کرنا ہے، ورنہ مخلوق کی پرورش نہیں ہوسکتی۔

سوال:۔ اگر اللہ تقدیر کا علم نہ رکھے تو کیا ہوتا؟

جواب:۔ اگر اللہ تقدیر کا علم نہ رکھے تو اس میں اور مخلوقات میں فرق ہی باقی نہیں رہتا۔

سوال:۔ تقدیر کا علم نہ رکھنے پر کس طرح اللہ اور مخلوق کے درمیان فرق

باقی نہیں رہتا تھا' سمجھائیے؟

جواب:۔ انسان جو تمام مخلوقات سے زیادہ عقل وفہم اور علم وحکمت رکھتا ہے وہ یہ نہیں جان سکتا کہ فلاں انسان کل کیا کرنے والا ہے، انسان دوسرے انسان کے عمل کرنے کے بعد ہی اس کے اعمال کو جان سکتا ہے، اگر اللہ بھی اپنی مخلوق کے ساتھ کل وہ کیا عمل کرنے والی ہے نہیں جانتا اور عمل کرنے کے بعد جانتا تو اس میں اور مخلوق میں فرق ہی باقی نہیں رہتا تھا، اس کا علم بھی مخلوقات کی طرح ناقص ہو جاتا۔

سوال:۔ کیا اللہ کا علم کامل اور مکمل ہے؟

جواب:۔ ہاں! اللہ تعالیٰ علیم ہیں، وہ ہر چیز کا مکمل اور کامل علم رکھتا ہے، اس کا علم مخلوقات کی طرح ناقص و نامکمل نہیں ہے، اُسے کسی نے علم نہیں دیا، اس کا علم ذاتی ہے، وہ دنیا کے انسانی بادشاہوں کی طرح ناقص اور نامکمل علم نہیں رکھتا، اس کو مخلوقات کے علم کو جاننے کے لئے فرشتوں کی بھی ضرورت نہیں ہے، اس کا علم ہر چیز کو گھیرا ہوا ہے، یہاں تک کہ وہ دل و دماغ میں پیدا ہونے والے خیالات اور باتوں کو بھی جانتا ہے، اس لئے یہ کائنات اتنی نظم وضبط اور ڈسپلین کے ساتھ چل رہی ہے۔

سوال:۔ انسان کیسے سمجھے کہ اللہ ہر مخلوق کا مکمل علم پہلے ہی سے رکھتا ہے؟ مثال دیجئے۔

جواب:۔ اللہ نے انسان کو سائنس میں ترقی دے کر مختلف چیزوں کا علم پہلے ہی معلوم کر لینے کی صلاحیت دی ہے، چنانچہ انسان اللہ کے دئے ہوئے علم سے بارش کا علم موسم شروع ہونے سے پہلے ہی جان سکتا ہے کہ بارش اس سال کم ہوگی یا زیادہ ہوگی، کئی سال آگے آنے والے مہینوں کا کیلنڈر بنالیتا ہے، کونسی تاریخ کس دن ہوگی؟ سورج و چاند کس مہینے کے کس دن' کس وقت طلوع وغروب ہوں گے؟ سورج گہن اور چاند گہن کس مہینے میں، کس تاریخ کو، کس وقت کہاں کہاں ہوگا اور کتنی دیر ہوگا، اور وہ گہن کن مقامات پر نظر آئے گا، دُمدار ستارہ کب اور کہاں دکھائی دے گا، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے چاند کب نظر

آئیں گے، مہینہ ۲۹/دن کا ہوگا یا ۳۰/دن کا، کونسا موسم کس تاریخ سے شروع ہوگا، یہ سب آسمان پر ہونے والے حالات ہیں، انسان زمین پر رہ کر پہلے ہی سے معلوم کرلیتا ہے، زلزلے اور طوفان کب آئیں گے، یہ تمام حالات انسان کے پہلے پیشین گوئی کرنے سے اڈوانس میں اطلاع دینے سے نہیں آتے اور نہ بنتے ہیں، ڈاکٹر' عورت کے حمل کی مدت اور مہینہ پہلے ہی بتلادیتا ہے، انسان جہاز اور ٹرین اپنے مقامات پر کب پہنچیں گے بتلاتا ہے۔

غور کیجئے کہ جب انسان اللہ کے دئے ہوئے علم سے یہ سب باتیں پہلے سے جان کر بتلاتا ہے تو کیا اللہ تعالیٰ جو ساری مخلوقات کا خالق ہے' اپنی مخلوقات کے حالات پہلے سے نہیں جان سکتا؟ بیشک جان سکتا ہے! اس نے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ انسانوں کو پہلے ہی سے آخرت کے حالات بتلادئے اور ہر مخلوق کی زندگی سے باخبر ہونے کی اطلاع دے دی ہے۔

سوال:۔ رسول اللہ ﷺ نے تقدیر پر کس طرح ایمان لانے کی تعلیم دی؟

جواب:۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُحد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو اللہ کے یہاں وہ قبول نہیں ہوگا جب تک کہ تم تقدیر پر ایمان نہ لاؤ، اور تمہارا یقین یہ نہ ہو کہ جو کچھ مصیبت یا تکلیف تمہیں آئی تھی وہ ٹلنے والی نہ تھی، وہ تو آنی ہی تھی، اور جو چیز تم پر پیش نہ آئے چھوٹ گئی' وہ تمہیں مل ہی نہیں سکتی تھی، تم پر آ ہی نہیں سکتی تھی، اگر تم اس کے خلاف عقیدہ رکھتے ہوئے مرگئے تو یقیناً دوزخ میں جاؤ گے۔ (احمد، ابن ماجہ)

ایک اور روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جان لو کہ جو چیز (مصیبت یا تکلیف) تم پر آئی ہے وہ ہرگز ٹلنے والی نہیں تھی، اس لئے کہ وہ پہلے ہی سے تقدیر میں لکھی ہوئی تھی، یعنی تم کوئی تدبیر بھی کرلیتے اور کوئی قدم بھی اٹھالیتے تب بھی وہ تو آنی ہی تھی، جو چیز تم سے چھوٹ گئی وہ تم کو کسی صورت میں نہیں مل سکتی تھی، جو چیز چھوٹ گئی وہ چھوٹ ہی جانی تھی اس میں قطعاً کوئی تدبیر اور کوئی سفارش کارگر نہیں ہوسکتی تھی۔ (ابوداؤد)

سوال:۔ حضور ﷺ نے نقصان اور مصیبت آنے پر ''کاش'' کہہ کر سوچنے پر کیا ارشاد فرمایا اور کیوں منع فرمایا؟

جواب:۔ تکالیف اور نقصان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم پر مصیبت آجائے تو یہ نہ کہو کہ کاش میں ایسا ایسا کر لیتا بلکہ تم کہو" یہ تو اللہ نے میری تقدیر میں رکھا تھا اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، اس لئے لفظ" کاش" سے شیطانی عمل کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ (مسلم)

اکثر لوگ تقدیر پر صحیح عقیدہ نہ رکھ کر کہتے ہیں کہ" کاش وقت پر پولیس آجاتی تو میری دُکان نہ لوٹی جاتی، کاش فائر انجن وقت پر آجاتا تو میرا گھر نہیں جلتا، کاش میں فلاں کے ساتھ کاروبار نہ کرتا تو نقصان سے بچ جاتا، کاش ڈاکٹر وقت پر آجاتا تو میرے بچے کی جان بچ جاتی، کاش دُکان کی حفاظت کے لئے چوکیدار رکھ لیتا تو چوری نہ ہوتی، کاش بجلی کا مین بٹن بند کر دیتا تو دُکان نہ جلتی۔

سوال:۔ کیا انسان اللہ کی تقدیر کے فیصلے کے خلاف کچھ تدبیر کر سکتا ہے؟

جواب:۔ انسان اللہ کی تقدیر کے فیصلے کے خلاف کچھ بھی نہیں کر سکتا، طوفانِ نوح میں حضرت نوحؑ کا بیٹے نے پہاڑ پر چڑھ کر جان بچانی چاہی، بچ نہ سکا، طوفان کی زد میں آگیا، منافقین نے مسجد ضرار کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنا چاہا، پتھر گرا کر مارنا چاہا، لیکن ناکام رہے۔

☆ ہجرتِ مدینہ میں مکہ کے تمام قبائل کے نوجوانوں نے مل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنا چاہا، نہیں کر سکے۔

☆ فرعون نے اپنی حفاظت کیلئے بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کیا مگر حضرت موسیٰؑ کو قتل نہ کر سکا۔

☆ حضرت یونسؑ مچھلی کے پیٹ میں تقدیر کے فیصلے ہی کی وجہ سے زندہ رہے۔

☆ حضرت یوسفؑ کو بھائیوں نے ختم کرنا چاہا مگر وہ ختم نہ کر سکے۔

☆ حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈال کر جلانے کی کوشش کی گئی، آگ ان کو نہ جلا سکی۔

☆ مشرکین مکہ جنگ بدر میں مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے آئے تھے مگر ناکام رہے۔

سوال:۔ رسول اللہ ﷺ نے ایمان والوں کو تقدیر کے بارے میں کیا

ہدایت دی؟

جواب:۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسئلہ میں زیادہ غور وفکر کرنے سے امت کو منع فرمایا، (اس لئے کہ ہر انسان کی عقل وفہم الگ الگ ہوتی ہے، مجبور ومحدود بھی ہے، اور قدرت کے تمام رازوں کو سمجھنے کی صلاحیت ہر انسان میں نہیں ہے) اور تقدیر کا مسئلہ ہر انسان کی عقل وفہم میں نہیں آسکتا، اس میں زیادہ غور وفکر کرنے سے منع کیا گیا۔ (ترمذی)

جس طرح انسان اللہ کی ذات میں غور وفکر کرنے سے گمراہ ہوجاتا ہے اسی طرح تقدیر پر گہرائی کے ساتھ سوچنے سے گمراہ ہوجاتا ہے۔

سوال:۔ حضرت عمرؓ نے تقدیر کے مسئلہ پر کیا تعلیم دی؟

جواب:۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس مسئلہ کو خود اللہ نے مبہم رکھا ہے اور واضح نہیں کیا ہے تم بھی اُسے مبہم رکھو، اگر یہ کہا جائے کہ اس محل میں رہو اور تمام کمروں میں سیر وتفریح کرو مگر جو کمرہ بند ہے اس کو مت کھولو، دوسرے کمروں کے ساتھ بند کمرے کو بھی محل کا حصہ مانو۔

سوال:۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو امتحان گاہ بنا کر انسانوں کی زندگی کا تقدیر سے کیا تعلق رکھا؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ نے تقدیر ہی کے ذریعہ کسی کو مرد بنا کر اور کسی کو عورت بنا کر امتحان لے رہا ہے، تقدیر ہی کے ذریعہ کسی کو ایمان والے ماحول میں پیدا کر کے کسی کو غیر ایمان والے ماحول میں پیدا کر کے امتحان لے رہا ہے، تقدیر ہی کے ذریعہ انسانوں اور جنوں کو شر اور خیر کی قوت، حق کو ماننے اور نہ ماننے کی آزادی واختیار دے کر امتحان لے رہا ہے، تقدیر ہی کے ذریعہ کائنات کی مختلف مخلوقات پر تصرف کا اختیار دے کر امتحان لے رہا ہے، تقدیر ہی کے ذریعہ کسی کو دولتمند اور کسی کو غریب بنا کر امتحان لے رہا ہے، تقدیر ہی کے ذریعہ زمین پر انسان کو عہدہ، کرسی اور اقتدار دے کر امتحان لے رہا ہے، تقدیر ہی کے ذریعہ کسی کو اولاد دے کر اور کسی کو اولاد سے محروم کر کے امتحان لے رہا ہے، تقدیر ہی کے

ذریعہ انسانوں کو نعمتیں عطا کر کے، شکر گذاری اور ناشکری کا امتحان لے رہا ہے، تقدیر ہی کے ذریعہ انسانوں پر مصیبت، تکالیف، پریشانیاں اور ناکامی، کامیابی، عزت، عیش و آرام دے کر امتحان لے رہا ہے، تقدیر ہی کے ذریعہ کسی کو بچپن میں، کسی کو جوانی میں اور کسی کو بوڑھاپے میں موت دے کر ان کے اہل وعیال کا امتحان لے رہا ہے، تقدیر ہی کے ذریعہ کسی کو عالم بنایا اور کسی کو غیر عالم بنا کر امتحان لے رہا ہے، ان تمام حالات میں انسان اپنے اپنے مقام پر کیا کیا کرنے والا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

سوال:۔ خیر اور شر اللہ کی طرف سے ہے اس کو کیسے سمجھا جائے؟

جواب:۔ جب اللہ نے انسانوں اور جنوں کو مختلف مقام و حالات دے کر امتحان کے لئے دنیا میں رکھا ہے تو ایسی صورت میں امتحان ہی کی خاطر صحیح و غلط اور خیر و شر کی آزادی دینی بھی ضروری ہے تبھی امتحان لیا جا سکتا ہے، اس لئے ہم اقرار کرتے ہیں کہ خیر اور شر اللہ کی طرف سے ہے۔

سوال:۔ خیر اور شر کو مثال سے کیسے سمجھا جائے؟

جواب:۔ جس طرح ایک ڈاکٹر کیڑے مارنے کی دوا تیار کرتا ہے، اس میں خیر اور شر دونوں ہوتے ہیں، اگر انسان کیڑے مارنے کے بجائے اس دوا میں مزا، لذت اور نشہ معلوم ہونے پر غلط استعمال کر کے خود کھالے تو اس کے لئے وہ دوا نقصان دہ اور شر کا کام کرے گی، مگر ڈاکٹر نے اس دوا کو انسانوں کے کھانے کے لئے نہیں تیار کیا اور نہ وہ انسانوں کے کھانے سے راضی اور خوش ہوتا ہے، وہ دوا پر صاف لکھ دیتا ہے کہ یہ زہر ہے، انسان اس سے دور رہیں، جیسے سگریٹ کی ڈبیوں پر Poison لکھا ہوا ہوتا ہے۔

ایک بچے کا امتحان لینے کے لئے اس کو سوالات کے صحیح یا غلط جوابات لکھنے کی آزادی دینا ضروری ہے، تب ہی امتحان لیا جا سکتا ہے، غلط جوابات پر یا گالیاں لکھنے، گانے لکھنے پر بچہ فیل ہو جائے گا، ممتحن Examiner غلط جواب لکھنے پر نہ راضی رہتا ہے اور نہ خوش ہوتا ہے، جوابات کے لکھنے میں اگزامنر کی اجازت کی وجہ سے اختیار و آزادی رہے

گی، دیکھنے والے یہ کہیں گے کہ بچے کو صحیح اور غلط جوابات لکھنے کی اگزامنر نے آزادی دی تھی، اس لئے بچے نے آزادی کا غلط استعمال کر کے غلط جوابات لکھے ہیں۔

اسی طرح حکومت کی طرف سے کسی آدمی کو شکار کرنے مشکل حالات میں اپنی جان بچانے کے لئے بندوق کا لائسنس دے، ایسی صورت میں شکاری بندوق کا لائسنس رکھ کر بندوق کا شر میں استعمال کرنا شروع کر دے اور زبردستی انسانوں کو مارنے کا کام لے تو حکومت لائسنس دے کر انسانوں کے ناحق قتل کرنے کی نہ اجازت دیتی ہے اور نہ راضی ہوتی ہے، الٹا اس کو پکڑ کر مجرم بنا دیتی ہے۔

بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ انسانوں کو مختلف اعمال پر خیر اور شر کرنے کی اجازت سے تو لائسنس دیا ہے، مگر وہ شر، برائی اور گناہ کے کاموں سے راضی نہیں اور اور نہ پسند کرتا ہے، امتحان کی خاطر شر کی اجازت تو دیدی مگر دوسری طرف سختی کے ساتھ انسانوں کو شر اختیار کرنے سے منع کر دیا، اور شر اختیار کرنے پر خبردار کر دیا کہ جہنم کا ایندھن بن جاؤ گے۔

جو شخص کسی بھی عمل میں شر پر چلے گا تو وہ خود ذمہ دار ہوگا، اس کو دنیا کی زندگی کی حد تک شر پر چلنے کی آزادی تو ضرور رہے گی مگر شر اختیار کرنے، گناہ اور برائی کرنے پر مرنے کے بعد سخت قسم کے عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا کہ اس نے اپنی دی گئی آزادی کا غلط استعمال کر کے مجرم بنا۔

سوال:۔ کیا انسان کے علاوہ دوسری مخلوقات خیر وشر نہیں کر سکتیں؟

جواب:۔ ساری کائنات میں اللہ کی حکمرانی ہے، کوئی پتہ بھی اس کے حکم کے بغیر نہیں گرتا، اللہ کی مرضی کے بغیر کائنات کی کوئی مخلوق حرکت تک نہیں کر سکتی، سوائے انسان اور جن کے، جو اللہ کی اجازت ہی کی وجہ سے خیر وشر کی طاقت رکھتے ہیں، دوسری کسی بھی مخلوق کو نہ خیر اختیار کرنے کی نہ شر اختیار کرنے کی آزادی دی گئی، شیطان خود اللہ سے اجازت لیکر زمین پر انسانوں کو بھٹکانے اور شر کی دعوت دینے کے لئے آیا ہے، فرشتے جیسی مخلوق اپنی مرضی سے نہ خیر اختیار کر سکتی ہے اور نہ شر، وہ اللہ کے حکم کے بغیر زمین پر آنا

تو دور اپنی جگہ سے حرکت تک نہیں کر سکتے، ان کا کوئی عمل نہ نیکی ہے اور نہ گناہ، اللہ کی مملکت میں انسان و جن کے سواء کسی دوسری مخلوق کو خیر و شر کی اجازت ہی نہیں، انسان و جن کو محض اللہ کی اجازت کی وجہ سے خیر و شر کی آزادی ہے۔

سوال:۔ کیا اللہ انسان اور جن کو خیر و شر کی اجازت دے کر راضی ہے؟

جواب:۔ خیر اور شر کی اجازت ایک الگ چیز ہے، رضا ایک الگ چیز ہے، دونوں چیزوں کی اجازت محض امتحان کی خاطر مختصر مدت کے لئے موت تک دی گئی ہے، نیکی اور برائی کرنے کی اجازت، فساد پھیلانے اور عیش و مستی کرنے کے لئے نہیں دی گئی، اس کے برعکس انہیں وارننگ دی گئی کہ شر اختیار کرنے والے کو بہت بُری سزا دی جائے گی، شر اختیار کرنے سے اللہ ناراض ہوتا ہے، اس کا غضب ان پر نازل ہوگا، عذاب نازل ہوگا، مرنے کے بعد جہنم میں آگ کی سزا دی جائے گی، اللہ گناہ اور برائی کو سخت ناپسند کرتا ہے، وہ انسانوں کے خیر کے کاموں سے راضی ہوتا ہے اور خیر کو بہت پسند کرتا ہے۔

سوال:۔ خیر اور شر سے انسانوں کو کیا فائدہ ہے اور کیا نقصان؟

جواب:۔ اللہ نے اپنی امانت قرآن مجید ساری مخلوقات پر پیش کی، مخلوقات کو بتلایا کہ اگر اس امانت کی اختیار اور مرضی سے اطاعت کی جائے گی تو بلند درجات اور ترقی ملے گی اور اگر اس کی نافرمانی کی جائے گی تو سخت آگ کا عذاب ملے گا، سب مخلوقات سوائے انسان کے آزادی اور مرضی کی اطاعت کے بجائے جبری اور غیر اختیاری اطاعت و بندگی کو اختیار کرنے کی درخواست کی، مگر انسان نے ترقی پانے کے لئے اس امانت کے بوجھ کو اٹھالیا، اس لئے خیر اختیار کرنے کا سب سے بڑا فائدہ اس کو مرنے کے بعد جنت اور جنت میں بلند و ترقی ہے، اور شر و نافرمانی کا سب سے بڑا نقصان جہنم میں آگ کی سخت سزائیں ہیں۔

سوال:۔ خیر اور شر اللہ کی طرف سے ہونے کا مطلب کیا ہے؟ کیا اللہ خود خیر اور شر کرواتا ہے؟

جواب:۔ خیر اور شر اللہ کی طرف سے ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ خود انسانوں

سے اچھے بُرے اور خیر وشر کے کام کرواتا ہے، اللہ کی طرف سے خیر وشر کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے امتحان کی خاطر خیر اور شر اختیار کرنے کے لئے مختصر مدت تک اجازت دی ہے، مرنے کے بعد دنیا کی زندگی کے بعد وہ نہ خیر کر سکتا ہے اور نہ شر۔

نعوذ باللہ! اللہ تعالیٰ نہ کسی سے دنیا میں شر کرواتا ہے اور نہ کسی قسم کی برائی اور نہ گناہ، کیا وہ بندہ کو پیدا کر کے خود اپنی بغاوت و نافرمانی کروائے گا؟ نہیں! بلکہ بندہ خود اللہ کی اجازت کی وجہ سے آزادی ملنے پر یا تو شر اختیار کرتا ہے یا خیر اختیار کرتا ہے۔

سوال:۔ کیا انسان اللہ کی اجازت کے بغیر خیر وشر اختیار نہیں کر سکتا؟

جواب:۔ کائنات میں دو دو حکومتیں نہیں ہیں، ایسا نہیں کہ آسمانوں پر اللہ کی حکومت ہے اور زمین پر انسانوں کی حکومت، ساری کائنات پر صرف اور صرف اکیلے اللہ کی حکومت ہے اور ساری مخلوقات اللہ کی ملکیت اور غلام ہیں، کوئی ذرہ بھی اللہ کے حکم کے بغیر نہیں گر سکتا، چونکہ اللہ نے زمین کو انسانوں کے امتحان کے لئے بنایا ہے اور اپنی مرضی سے زمین پر انسانوں کو مختصر مدت تک حکومت کرنے کی اجازت دی ہے' اسی طرح اللہ نے مختصر مدت تک زمین پر خیر اور شر اختیار کرنے کی اجازت دی ہے، شیطان نے بھی زمین پر بھٹکا کر شر پیدا کرنے کی اجازت لیکر آیا ہے، مگر اللہ کی رضا اس کے ساتھ نہیں ہے، ایسی صورت میں انسان بھی بغیر اجازت کچھ نہیں کر سکتا، اسی لئے انشاء اللہ اور ماشاء اللہ کہنے کی تاکید ہے، اگر انسان اللہ کی اجازت کے بغیر زمین میں شر کرتا اور گناہ کرتا تو پھر اللہ کی حکومت ناقص و نامکمل ہو جاتی' کہ اس کا اقتدار و اختیار اس پر نہیں، اور عمل کے دو خالق ہو جاتے کہ انسان اللہ کی مرضی کے خلاف اپنی طرف سے جو چاہے عمل کر لے، ایسا دنیا کی انسانی حکومتوں میں ہو سکتا ہے مگر اللہ کی حکومت و اقتدار میں نہیں ہو سکتا، ہر عمل کا خالق اللہ ہی ہے۔

سوال:۔ کیا انسان ہر کام میں خیر اور شر اختیار کر کے کامیاب ہو سکتا ہے؟

جواب:۔ اللہ کی ہر چیز پر قدرت اور حکومت ایسی کامل و مکمل ہے کہ انسان اپنے ہر کام میں کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک کہ اللہ کی مرضی نہ ہو، فرعون نے اپنی حکومت بچانے

کے لئے حضرت موسیٰؑ کو قتل کرنا چاہا، مگر اللہ کی اجازت نہ ہونے کی وجہ سے قتل نہ کرسکا، یہود نے حضرت عیسیٰؑ کو قتل کرنا چاہا، مگر اللہ کی اجازت نہ ہونے کی وجہ سے اپنے شر میں کامیاب نہ ہوسکے، نمرود نے حضرت ابراہیمؑ کو جلانا چاہا، مگر اللہ کی اجازت نہ ہونے کی وجہ سے اپنے شر کے منصوبہ میں کامیاب نہ ہوسکا، مشرکینِ مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنا چاہا، مگر اللہ کی اجازت نہ ہونے کی وجہ سے شر نہ کرسکے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب کو ایمان کی دعوت دی، مگر ابو طالب نے ایمان قبول نہیں کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان پر محنت کرکے اپنے خیر کے کام میں کامیاب نہ ہوسکے، اس لئے کہ ان میں ایمان قبول کرنے کی تڑپ اور فکر ہی نہیں تھی، محض ایمان کے مقابلے دنیا کی سرداری اور عزت محبوب تھی، اللہ نے محروم رکھا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے لوگوں کو دعوتِ ایمان دی، ابوجہل، ابولہب، عتبہ، شیبہ وغیرہ، یہ سب خیر کو اختیار کرنے سے انکار کردئے، دنیا میں بہت سے لوگ کسی کی عصمت لوٹنا چاہتے ہیں، کسی کو قتل کرنا چاہتے ہیں، چوری کرنا چاہتے ہیں، مگر ناکام رہ جاتے ہیں۔

سوال:۔ رسول اللہ ﷺ نے خیر اور شر کو کس طرح سمجھایا؟

جواب:۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پوری دنیا اور دنیا کے تمام لوگ مل کر تم کو نفع پہنچانا چاہیں تو نہیں پہنچا سکتے، مگر وہی جو اللہ نے لکھ دیا، اور اگر پوری دنیا تمہیں نقصان پہنچانے پر جمع ہوجائے تو اتنا ہی تمہارا بگاڑ سکتی ہے جتنا اللہ نے تقدیر میں لکھا ہے۔ (ترمذی)

سوال:۔ کیا انسان تقدیر کی وجہ سے خیر اور شر کے اختیار کرنے میں مجبور اور محتاج ہے؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پوری طرح نہ مجبور بنایا ہے اور نہ محتاج' اور نہ ہی پوری طرح آزادی دی ہے، بلکہ اس کو ایک حد تک آزادی واختیار دیا جس کی وجہ وہ اس اختیار وآزادی کا صحیح یا غلط استعمال کرکے فائدہ اٹھا کر خیر وشر کرسکتا ہے، تقدیر کی وجہ سے

اللہ کسی کو خیر و شر اختیار کرنے پر مجبور اور زبردستی نہیں کرتا۔

سوال:۔ اللہ نے انسان کو کس حد تک آزادی و اختیار دیا ہے جس کی وجہ سے وہ خیر و شر اختیار کر سکتا ہے؟

جواب:۔ اللہ نے دنیا کی امتحان گاہ میں انسان کو خالص توحید اختیار کرنے کا اختیار و آزادی دیا ہے، اب اگر بندہ اپنے اختیار و آزادی کا غلط استعمال کر کے توحید کا انکار کردے اور شرک و کفر میں مبتلا ہو جائے تو اس نے شر اختیار کیا اور اگر اپنی مرضی سے آزادی کا صحیح استعمال کر کے توحید اختیار کیا تو اس نے خیر اختیار کیا۔

اگر اپنی آزادی و اختیار کا صحیح استعمال کر کے پیغمبر کی اطاعت قبول کر لی تو اس نے خیر اختیار کیا اور اگر اپنی آزادی سے پیغمبر کا انکار کیا اور نافرمانی کی تو شر اختیار کیا، اسی طرح اللہ نے انسانوں کو نکاح کرنے کا حکم دیا، انسان اپنی آزادی کا صحیح استعمال کر کے نکاح کیا تو خیر اختیار کیا اور اگر آزادی کا غلط استعمال کر کے آوارہ گردی اور زنا کیا تو اس نے شر اختیار کیا، اسی طرح اللہ نے بہت سے احکام دیئے ان میں اختیار و آزادی دی کہ انسان چاہے تو انہیں اختیار کر کے مرضی اور چاہت سے اطاعت و بندگی کر سکتا ہے اور خیر کے راستے پر چل سکتا ہے اور اگر آزادی کا غلط استعمال کر کے ان احکام کے خلاف چلا اور نافرمانی کی تو شر کے راستے پر چلے گا، انسان نہ نیکی کرنے پر مجبور ہے اور نہ گناہ کرنے پر مجبور ہے، اس کو خیر اور شر اختیار کرنے کی آزادی دی گئی ہے۔

سوال:۔ خیر اور شر دنیا کی زندگی میں کیوں رکھا گیا؟

جواب:۔ انسان کو دنیا میں امتحان والی زندگی دی گئی ہے، امتحان کی خاطر کبھی اس پر کامیابی کے اور کبھی نقصان کے حالات آئیں گے، خیر اور شر کے حالات میں انسان یہ عقیدہ رکھے کہ مجھ پر جو بھی حالات آئے ہیں اللہ کی بنائی ہوئی تقدیر سے آئے ہیں، ان حالات میں وہ صبر اختیار کرے یا شکر اختیار کر کے اللہ کی بندگی و اطاعت میں رہے، ناشکرا بندہ نہ بنے، ان حالات کو مخلوقات کی طرف سے آنے کا تصور نہ رکھے۔

سوال:۔ دنیا کی زندگی میں ناکامی، پریشانی اور مصیبت پر تقدیر سے انسان کو کیا مدد ملتی ہے؟

جواب:۔ دنیا کی اس امتحانی زندگی میں انسان پر پریشانی، مصیبت اور ناکامی کے حالات جب آتے ہیں تو غیر ایمان والے یا کمزور ایمان والے زندگی کے حالات پر ناامید ہوکر خودکشی کر لیتے ہیں، روتے ہیں، ہیبت زدہ ہوکر گھبراہٹ اور ہارٹ اٹیک کا شکار ہوجاتے ہیں، یا مصیبت کو بھولنے کے لئے نشہ کرتے ہیں اور مخلوقات کو نسبت دیتے ہیں، مؤمن پر جب مصیبت و ناکامی آتی ہے تو وہ ان حالات کو منجانب اللہ تصور کر کے اُسے تقدیر کا حصہ مانتا ہے اور ناامید نہیں ہوتا، ناکامی ونقصان کے باوجود تقدیر پر بھروسہ کر کے صبر اختیار کرتا ہے، نئے طریقے سے جدو جہد کرتا ہے، اللہ سے مدد مانگتا ہے اور اپنا مجاہدہ نئے طریقے سے جاری رکھتا ہے۔

سوال:۔ دنیا میں انسان خیر اور شر کے حالات کی حکمت و مصلحت سمجھ سکتا ہے یا نہیں کہ کس طرح خیر سے شر اور شر سے خیر نکلتا ہے؟

جواب:۔ دنیا میں خیر وشر کے جو بھی حالات آتے ہیں ان کی حکمتوں اور مصلحتوں کو انسان سمجھ نہیں سکتا، مثلاً حضرت یوسفؑ کو کنویں میں قتل کرنے کے ارادے سے ڈالا گیا، مگر اس شر سے تقدیر کے لکھے میں خیر نکلا کہ وہ مصر کے بادشاہ بن گئے، حضرت زید بن حارثہؓ کو ڈاکوؤں نے چُرا لیا، مگر اس شر سے خیر نکلا کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے بیٹے اور عظیم الشان صحابیؓ بن گئے، فرعون' حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کو قتل کرنے نکلا تھا، مگر اللہ نے بنی اسرائیل کو سمندر کے راستے پر چلا کر فرعون کو ڈوبا دیا، وہ شر اختیار کرنے نکلا تھا، اس کو کیا معلوم تھا کہ وہ تقدیر کے فیصلے سے موت کی طرف جارہا ہے؟

مشرکینِ مکہ جنگ بدر میں ناچتے گاتے، شراب میں مست مدینہ پر حملہ کی غرض سے شر کی نیت سے آئے، مگر ان کو کیا معلوم تھا کہ تقدیر میں بدر میں ۲۴؍سرداروں کا قتل لکھا ہوگا، اور وہ ناکام لوٹیں گے، مسلمانوں کے لئے یہ جنگ خیر ثابت ہوئی۔

حضرت نوحؑ کو کشتی بنانے کا حکم دیا گیا، قوم کو کیا معلوم تھا کہ تقدیر کے فیصلے سے اس کشتی کا خیر میں استعمال ہوگا اور طوفان لا کر قوم کو ڈوبونے کا حکم ہے۔

حضرت سلمان فارسیؓ کو غلام بنا کر فروخت کر دیا گیا، تقدیر کا فیصلہ تھا کہ وہ غلام کے بجائے صحابی رسول بنیں، غلام بننا ان کو شر سے خیر کی طرف لے گیا، اس لئے اللہ کے کاموں کی حکمت اللہ ہی بہتر جانتا ہے، بندہ سمجھ نہیں سکتا، زندگی کی ہر حالت کو اللہ پر چھوڑنا ہوگا۔

سوال:۔ انسان کس حد تک مجبور و محتاج ہے؟

جواب:۔ انسان پیدائش اور موت ہونے پر مجبور اور محتاج ہے، مرد اور عورت بننے پر مجبور و محتاج ہے، دولتمند اور غریب رہنے پر مجبور و محتاج ہے، کالے اور گورے ہونے پر مجبور و محتاج ہے، سانس لینے اور چھوڑنے پر مجبور و محتاج ہے، لڑکا یا لڑکی بننے پر مجبور و محتاج ہے، بھوک کے وقت کھانے پر مجبور و محتاج ہے، نیند کے وقت سونے پر مجبور و محتاج ہے، غذاء کھانے کے بعد ہضم کرنے پر مجبور و محتاج ہے۔

سوال:۔ جب انسان خیر اور شر میں آزاد ہے تو نیکی کرنے کے لئے لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهُ سے کیوں مدد مانگتا ہے؟

جواب:۔ بیشک انسان خیر اور شر میں آزاد ہے، اس کے باوجود وہ جب برائی اور گناہ کو اپنے اطراف کے ماحول میں دیکھتا ہے، برائی سے بچنا چاہتا ہے اور شیطان نظر نہ آ کر اس کو دھوکہ دیتا ہے، اس کے دوست احباب اس کو دین پر چلنے یا خیر اختیار کرنے سے دور کرنا چاہتے ہیں تو وہ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهُ پڑھ کر اللہ سے یہ کہتے ہوئے مدد مانگتا ہے کہ اے اللہ! مجھ میں نہ نیکی کرنے کی طاقت ہے اور نہ برائی سے بچنے کی قوت ہے، اگر آپ مجھے یہ طاقت اور توفیق دیں گے تو میں نیکی بھی کرسکوں گا اور برائی سے بچوں گا بھی۔

سوال:۔ شیطان‘ انسان کو کب شر کے راستے پر چلنے کی ترغیب دیتا ہے اور کب خیر سے نہیں روک سکتا؟

جواب:۔ جب انسان عقل و فہم رکھ کر نیکی اور بدی کا تصور رکھ کر اپنی نفسانی

خواہشات میں جان بوجھ کر برائی مثلاً چوری کرنا چاہے' باوجود یہ کہ چوری کو بُرا اور غلط سمجھتے ہوئے نفس امارہ کی ترغیب پر چوری کے راستے ہی پر چلنے کا ذہن بنائے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے فرشتوں کو اس سے ہٹالیتا ہے جیسے ہی رحمت کے فرشتے ہٹتے ہیں شیطان نفس امارہ پر غالب آ کر انسان کو چوری کے لئے تیار کروالیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی پسند پر چوری کے راستوں کی ساری رُکاوٹوں کو دور کردیتا ہے۔

اگر انسان اپنے دل میں نیک کام کرنا چاہا اور نفس امارہ اس کو نیکی پر روکے تو وہ اللہ سے لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهُ پڑھ کر مدد مانگتا ہے تو نفس لوّامہ غلبہ پاتا ہے اور نیکی پر اُبھارتا، اس پر اللہ اس انسان پر شیطان کو غلبہ حاصل کرنے نہیں دیتا اور رحمت کے فرشتے اللہ کے حکم سے اس انسان کو حفاظت میں لیکر مدد کر کے نیکی کے راستوں میں آسانی پیدا کردیتے ہیں، شیطان اس پر غلبہ نہیں پاسکتا، نفس لوامہ' نفس امارہ کو دبا دیتا ہے۔

سوال:۔ تقدیر کے عقیدہ کو ایمان میں رکھ کر کیا سبق دیا جارہا ہے؟

جواب:۔ تقدیر کے عقیدہ کو عقیدۂ ایمان میں رکھ کر ایمان والوں کو یہ سبق دیا جارہا ہے کہ دنیا کی اس زندگی میں کامیابی وناکامی نفع ونقصان، عیش وآرام اور تکالیف یا دنیا کی قابلیت انسانوں کو مخلوقات سے یا انسانوں کی کوششوں سے، مرضی ومحنت اور ذاتی صلاحیتوں سے نہیں حاصل ہوتی، یہ سب تقدیر کی وجہ سے ملتی ہیں۔

سوال:۔ تقدیر کے ذریعہ ایمان والوں کو کونسے دماغی اور روحانی امراض سے بچایا جارہا ہے؟

جواب:۔ تقدیر کے ذریعہ ایمان والوں کو سارے دماغی امراض سے بچایا جارہا ہے، تقدیر پر ایمان کی وجہ سے وہ ہر قسم کی پریشانیوں، ناکامیوں، مصیبتوں، ذہنی الجھنوں، تفکرات، بے چینی و بے اطمینانی، گھبراہٹ، ٹینشن، غصہ، انتقام، حسد، جلن، اور بغض و عداوت سے دور رہتا ہے، اور تقدیر پر عقیدہ رکھ کر سکون و اطمینان کے ساتھ رہتا ہے، گھبراہٹ اور جلد بازی نہیں کرتا۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو جب ان کے جہاز ڈوبنے کی اطلاع دی گئی تو انہوں نے الحمدللہ کہا اور پھر جب اس جہاز کے محفوظ ہونے کی اطلاع دی گئی تب بھی الحمدللہ کہا، مریدین نے وجہ پوچھی تو فرمایا: دونوں حالتوں میں میرے دل میں کوئی گھبراہٹ اور خوشی محسوس نہیں ہوئی اس لئے الحمدللہ کہا، یہ کیفیت تقدیر پر پختہ ایمان ویقین سے پیدا ہوتی ہے۔

غیر مسلم کمزور ایمان والے پریشانی و ناکامی میں ان تمام دماغی امراض میں مبتلا ہوجاتے ہیں، چھڑ چھڑا پن، دل میں گھبراہٹ، بی پی اور شوگر میں کمی زیادتی کا شکار ہوتے ہیں، یا ہارٹ اٹیک یا بے ہوشی میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔

سوال:۔ تقدیر کے ذریعہ ایمان والوں کو امیری اور غریبی میں کیا احساس رہتا ہے؟

جواب:۔ تقدیر پر پختہ ایمان ویقین کی وجہ سے مسلمان دولت ملنے کو اپنی ذاتی محنت یا ذاتی قابلیت یا اعلیٰ ڈگری اور ہنر سے ملنے کا تصور نہیں رکھتا، دولت کو تقدیر کا فیصلہ تصور کرتا ہے، اللہ کی طرف سے آزمائش تصور کرتا ہے، اور دولت ملنے پر اللہ کا شکر گذار بندہ بنا رہتا ہے، اور اللہ کے پاس حساب دینے کا احساس رکھتا ہے، غرور و تکبر، بڑائی و گھمنڈ، ناچنے، عیش و مستی کرنے اور فضول خرچی کرنے جیسے اخلاقِ رذیلہ سے دور رہتا ہے اور ان اعمال کو اللہ کی ناشکری سمجھتا ہے، دوسروں کو دولتمند دیکھ کر تقدیر کا فیصلہ تصور کرتا ہے۔

غریب مسلمان دولت اور خوشحالی کے نہ ملنے پر اللہ کی تقدیر کا فیصلہ سمجھتا ہے اور صبر اختیار کر کے اللہ سے کوئی شکوہ و شکایت اور ناراضگی کا اظہار نہیں کرتا، آخرت میں حساب کتاب میں آسانی کا عقیدہ رکھتا ہے، روٹی چٹنی کھا کر سیدھی سادی زندگی گذارتا ہے۔

سوال:۔ تقدیر پر ایمان کی وجہ مؤمن بیماری و مصیبت اور ناکامی و موت پر کیا تصور رکھتا ہے اور غیر مؤمن کیا اعمال اختیار کرتا ہے؟

جواب:۔ مؤمن بڑی سے بڑی مصیبت و تکلیف اور پریشانی کو اللہ کی تقدیر کا فیصلہ تصور کرتا ہے اور اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھتا ہے اور صبر اختیار کرتا ہے، تکالیف،

پریشانیوں اور بیماریوں کو تقدیر کا لکھا ہوا جان کر آزمائش تصور کر کے گناہوں کے معاف ہونے کا احساس کرتا ہے اور سکونِ قلب پاتا ہے، گھبراتا نہیں۔

غیر مسلم یا تقدیر پر کمزور ایمان والے تکالیف، ناکامی، پریشانی و بیماری میں اللہ سے ناامید ہوجاتے ہیں، خودکشی کر لیتے ہیں، اور غم کو بھولنے کے لئے نشہ کرتے ہیں، چیختے چلاتے ہیں، رورو کر واویلا مچاتے ہیں، بعض تو اللہ سے شکوہ و شکایت بھی کرتے ہیں۔

حضرت ام سلمہؓ نے اپنے اکلوتے بیٹے کے انتقال پر اپنے شوہر حضرت ابوطلحہؓ سے کہا تھا کہ اگر کسی کی امانت ہمارے پاس رکھی ہو اور وہ واپس مانگے تو ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ انہوں نے کہا: فوراً بغیر کسی رُکاوٹ کے واپس کر دینا چاہئے، تب بیوی حضرت ام سلمہؓ نے کہا: آپ کا بیٹا اللہ کی امانت تھی' اس نے رات کو امانت واپس لے لی، اب تدفین کا انتظام کیجئے، ماتم کرنا، کپڑے پھاڑنا، چیخنا، چلا کر رونا، بیان کرنا' گویا اللہ کی تقدیر کے فیصلہ پر اعتراض کرنا ہے۔

سوال:۔ تقدیر پر کمزور ایمان ہو تو انسان کن کن چیزوں کو منحوس سمجھتا ہے؟

جواب:۔ تقدیر پر ایمان اگر کمزور ہو تو انسان شادی کے فوراً بعد شوہر کا انتقال ہوجائے تو لڑکی کو منحوس سمجھتا ہے یا دولہن آتے ہی کاروبار ختم ہوجائے تو عورت کے قدم کو منحوس سمجھتا ہے، بعض لوگ دِنوں، تاریخوں، مہینوں اور وقت کو منحوس سمجھ کر اس وقت کاروبار، شادی بیاہ وغیرہ اچھے کام نہیں کرتے، تکونی گھر کو منحوس سمجھتے ہیں، تین تاریخ، تیرہ تاریخ، منگل کو منحوس سمجھتے ہیں، گھر پر اُلّو کے پکارنے کو منحوس سمجھتے ہیں، مغرب کے وقت جھاڑو دینے کو منحوس سمجھتے ہیں۔

سوال:۔ تقدیر پر ایمان نہ ہونے کی وجہ سے انسان کس طرح شرکیہ عقائد میں مبتلا ہوجاتا ہے۔

جواب:۔ بعض بیوقوف لوگ شادی کے بعد بیوی کو مسلسل تین چار لڑکیاں ہوجائیں اور لڑکا نہ ہو تو شوہر ناراض ہوجاتا ہے، طلاق تک نوبت آجاتی ہے، گویا وہ اللہ کو خالق نہیں

مانتا، بیوی کو خالق سمجھتا ہے، لڑکا لڑکی دینا بیوی کا اختیار سمجھتا ہے۔

بچہ پیدا ہوتے ہی علاج کے دوران مرجائے تو ڈاکٹر کی غلطی کہتے ہوئے ہنگامہ برپا کیا جاتا ہے، یا آپریشن کے بعد یا علاج کے لئے دواخانہ لیجانے کے بعد کوئی مرجائے تو دواؤں کا غلط دینا یا ڈاکٹر کے دیر سے آنے یا صحیح علاج نہ کرنے کی شکایت کر کے لڑائی جھگڑا کیا جاتا ہے، گویا موت کو دوا اور ڈاکٹر کا اختیار سمجھا جاتا ہے، زندگی کے ملنے کا اللہ کی طرف سے عقیدہ نہیں رکھا جاتا، کسی شخص کا بھری جوانی میں انتقال ہوجائے جس کے بیوی اور چھوٹے بچے ہوں تو بیوی غم سے بیہوش ہوجاتی ہے یا رو رو کر کہتی کہ اب کون بچوں کی دیکھ بھال کرے گا؟ کیوں ہمیں بے سہارا چھوڑ کر چلے گئے؟ گویا وہ حالات کے اعتبار سے اللہ کو پالنے والا اور تقدیر کا فیصلہ نہیں سمجھتی، اس کے برعکس اگر مرنے والے کے ایک دو بچے کمانے والے ہوں تو کوئی آنسو نہیں بہتا، بھروسہ تقدیر پر نہیں اسباب پر جما لیتے ہیں، حالات کے اعتبار سے اللہ کو پالنے اور پرورش کرنے والا اور سہارا دینے والا نہیں سمجھتے، موت کو تقدیر کا لکھا نہیں سمجھتے۔

تقدیر پر کمزور ایمان ہو تو بیٹی کے طلاق ہوجانے پر غصہ ہو کر لڑکے کو مارتے ہیں، قاتلانہ حملہ کرتے ہیں یا ستانے اور بدلہ لینے، رقم وصول کرنے کے لئے غیر مسلموں کے قانون کا فائدہ اٹھا کر اسلامی احکام کے خلاف جھوٹے الزامات لگا کر ڈوری کا جھوٹا مقدمہ ڈالتے ہیں یا لڑکے کو نامرد کہہ کر بدنام کرتے ہیں، قرآن کے مطابق فیصلہ نہ کروا کر غیر مسلموں کی عدالت سے خلع لیتے ہیں اور منافقوں کی حرکتیں کرتے ہیں، طلاق کو تقدیر کا لکھا نہیں مانتے۔

اسلام انسانوں کو تقدیر کے ذریعہ شرکیہ عقائد سے بچا کر اسباب پر نظر رکھنے کے بجائے اللہ سے نفع ونقصان کی تعلیم دیتا ہے اور اللہ کو نافع وضار ماننے کا عقیدہ سکھاتا ہے، اس لئے ایمان والے زندگی کی ہر حالت میں اسباب سے نفع ونقصان نہیں مانتے، اللہ پر نظر رکھتے ہیں، کتے کو جب پتھر مارا جاتا ہے تو کتا پتھر کو بُرا نہیں سمجھتا اور نہ پتھر پر نگاہ رکھتا ہے بلکہ جس کے ہاتھ سے پتھر نکلا ہے اس کی طرف دوڑتا ہے، اُسے مارنے والا اور ذمہ دار سمجھتا ہے۔

سوال:۔ تقدیر پر ایمان کمزور ہو تو انسان کس طرح توہم پرستی کی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے؟

جواب:۔ تقدیر کا انکار کرنے والے یا برائے نام تقدیر پر ایمان رکھنے والے پرندوں سے فال نکال کر یا ان کے پکارنے یا ایک سمت اُڑنے پر قسمت آزماتے ہیں، پنڈتوں اور جوتشیوں سے ہاتھ کی لکیریں پڑھوا کر قسمت معلوم کرتے ہیں اور تقدیر کے بجائے جوتشیوں، نجومیوں اور عاملوں کی باتوں پر عقیدہ بنا کر زندگی گذارتے ہیں، پنڈتوں سے دن، تاریخ اور مہینوں کے اچھے برے ہونے کو معلوم کرتے ہیں، موٹر سائیکل یا کار سے ایکسیڈنٹ ہونے پر اس گاڑی کو منحوس اور نامبارک سمجھتے ہیں، کار اور ریل کے ندی اور دریا پر سے گذرتے وقت موت اور نقصان سے ڈر کر گذرتے ہوئے گھبرا کر پیسے پھینکتے ہیں، اس کی پوجا کرتے ہیں، سورج گہن کے وقت حاملہ عورتوں کو چاقو سے کوئی چیز کاٹنے پر بچہ کا ہونٹ، ناک، کان کٹے ہوئے پیدا ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں، ناگ پنچمی کے نام پر سانپوں کو دودھ پلانا ضروری سمجھتے ہیں۔

سب سے پہلا گاہک جھگڑا کرے اور سامان نہ لے تو دن بھر کاروبار کے خراب چلنے کا تصور کرتے ہیں، پہلی تجارت اچھی ہو تو دن بھر اچھی تجارت کا تصور رکھتے ہیں، نئے گھر میں دودھ اُبالے بغیر بت کے نام پر بکرے کی بلی چڑھائے بغیر جانے کو بُرا سمجھتے ہیں، گھر واستو کے مطابق نہ ہو تو نقصان دہ اور منحوس سمجھتے ہیں، دُکان یا ہوٹل یا سفری بس میں گانے اور فلمیں دکھانے سے گاہک کے آنے کا تصور رکھتے ہیں، چہارشنبہ کو کسی کی موت واقع ہو جائے تو مزید چار انسانوں کے موت آنے یا چہارشنبہ کو نکاح کریں تو نکاح ناکام ہو کر مزید تین نکاح ہونے کا تصور رکھتے ہیں، دس محرم کو یا محرم کے مہینے میں نکاح کرنا نقصان دہ سمجھتے ہیں، تیرا تیزی کے نام پر ہریالی اور چمن میں جانے اور سرہانے انڈا، تیل اور چاول رات بھر رکھ کر صدقہ کرتے ہیں، اس سے بلیات کے دور رہنے کا تصور رکھتے ہیں، دولہا اور دولہن پر سے بکرا یا مرغی کو وار کر اتارا کرنے کو نیک شگون مانتے ہیں،

بلیات سے محفوظ رہنے کا تصور رکھتے ہیں۔

سوال:۔ تقدیر پر ایمان کی وجہ سے انسان کس طرح موت سے نہیں ڈرتا؟

جواب:۔ جب مؤمن تقدیر پر ایمان رکھتا ہے تو ہر حالت میں یہ یقین رکھتا ہے کہ اللہ نے موت کا ایک دن مقرر کر رکھا ہے، بغیر اللہ کی مشیت کے ہم ایک چوہے کو بھی نہیں مار سکتے، صحابہ کرامؓ تقدیر پر اتنا مضبوط ایمان ویقین رکھتے تھے کہ تقدیر میں ہر ایک کی موت وحیات کا وقت مقرر ہے، انسان اپنا وقت ختم ہونے کے بعد ایک لمحہ بھی زیادہ دنیا میں نہیں رہ سکتا، نہ عمر بڑھ سکتی ہے اور نہ گھٹ سکتی ہے، وہ موت اور بیماری سے نہیں گھبراتے تھے، موت سے نڈر بن کر ان میں بے پناہ ہمت اور جوش وولولہ پیدا ہو جاتا تھا، بے جگری سے دشمن کے لشکروں پر ٹوٹ پڑتے تھے اور ان کی صفوں میں داخل ہو جاتے تھے، حضرت خالد بن ولیدؓ بھی شہادت کے شوق میں اسی طرح دشمن کے لشکر کی صفوں میں گھس پڑتے تھے، مگر اللہ نے ان کو بستر پر موت دی، شہادت نہیں ملی، منافقین، صحابہ کرامؓ کو ناکامی اور موت پر کہتے کہ اگر ہماری رائے اور مشورہ مانتے تو نقصان نہ اُٹھاتے، قتل نہ ہوتے، اللہ نے سورۂ آل عمران میں فرمایا: جب کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو وہ خود بخود چل کر قتل گاہ پر آجاتا ہے، جس طرح جنگ بدر میں مشرکین مکہ کے ساتھ ان کے ۲۴/سردار خود بخود بدر کے میدان میں ناچتے گاتے قتل ہونے کے لئے آگئے تھے۔

سوال:۔ تقدیر کا بہانہ بنا کر کس طرح انسان اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے بچنا چاہتا ہے؟

جواب:۔ بعض لوگ مسلمان ہوتے ہوئے اسلام پر چلنے اور عبادت کے عادی نہیں ہوتے، جب ان کو اللہ کی اطاعت وعبادت کی ترغیب دی جاتی ہے تو تقدیر کا بہانہ بنا کر کہتے ہیں کہ اگر میرے مقدر میں حج کرنا لکھا ہوگا تو حج کروں گا، نماز پڑھنا لکھا ہوگا تو نماز پڑھوں گا، شرک سے بچنا مقدر ہوگا تو شرک سے بچوں گا، نیکی کرنا مقدر میں ہوگا تو نیکی کروں گا، برائی سے بچنا مقدر ہوگا تو برائی سے بچوں گا۔

آپ دعاء فرمائیں کہ اللہ مجھے اسلام پر چلنے کی توفیق دے، حالانکہ وہ ہر طرح سے صحت منداور صاحبِ مال ہوتے ہیں، مشرکین کو بھی پیغمبر جب توحید کی دعوت دیتے تو وہ یہ کہتے کہ اللہ ہم سے شرک نہیں کرواتا تو ہم کبھی شرک نہ کرتے،

سورۂ انعام، آیت: ۱۴۸ میں ارشاد ہے: ''مشرکین کہتے تھے کہ اللہ نے چاہا اس لئے ہم شرک کررہے ہیں، اللہ تعالیٰ انسان کی تقدیر میں جتنی دنیا لکھی ہے وہ مرنے سے پہلے کسی نہ کسی طرح مل کررہے گی، مگر دین بغیر محنت کے نہیں ملے گا، دین ہو یا دنیا محنت کرکے اسباب اختیار کرکے تقدیر کا لکھا حاصل کیا جائے، ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہنے سے دنیا بھی نہیں ملتی، حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل سے کہا کہ اللہ نے تمہارے مقدر میں مقدس زمین فلسطین لکھ دی ہے، اٹھواور جہاد کرکے لے لو! تو انہوں نے کہا: اگر وہ ہمارے مقدر میں لکھا ہے تو مل کر رہے گی، آپ اور آپ کا خدا جا کر جہاد کریں، ہم نہیں کریں گے، یہ جہالت کی باتیں ہیں۔

سوال:۔ کیا انسان دنیا کے کاروبار میں تقدیر کا سہارا لے کر بچنے کی کوشش کرتا ہے؟

جواب:۔ دنیا کے کاروبار میں تقدیر کا سہارا نہیں لیتا اور نہ تقدیر کا بہانہ اختیار کرکے کوشش اور محنت سے دور نہیں رہتا، ناکام ہونے کے باوجود بار بار کوشش کرکے خوب محنت کرتا ہے، پھر تقدیر کا اظہار کرکے مقدر میں لکھا تھا وہی ملنے کا اقرار کرتا ہے، غذائیں اور ضروریات پوری کرنے میں تقدیر کا سہارا لیکر نوکری اور تجارت چھوڑ کر گھر میں بیٹھا نہیں رہتا، بیماریوں میں تقدیر کا سہارا لیکر علاج نہ کرکے گھر میں بیمار پڑا نہیں رہتا، اولاد حاصل کرنے میں تقدیر کا سہارا لیکر نکاح سے انکار نہیں کرتا، مال کمانے کے لئے اپنا ملک چھوڑ کر دوسرے ملکوں میں جا کر نوکری اور تجارت کرتا ہے، ناکام ہونے پر تقدیر کا لکھا مانتا ہے۔

سوال:۔ دین و دنیا کے کاموں میں تقدیر پر کس طرح عقیدہ رکھا جائے؟

جواب:۔ دین و دنیا کے تمام کاموں میں اسباب اختیار کرکے محنت اور کوشش کرتے ہوئے اللہ کی بنائی ہوئی تقدیر پر عقیدہ رکھا جائے، اللہ کو نافع وضار سمجھا جائے، یہ ایمان کی

علامت ہے، غیر مسلم تقدیر پر کمزور ایمان رکھ کر اسباب اختیار کر کے اسباب سے ہی کامیابی و ناکامی کا تصور رکھتے ہیں، اللہ کو نافع وضار نہیں سمجھتے، ایمان والے ہر حال میں تقدیر پر ایمان رکھ کر اسباب اختیار کرتے ہیں، اور کامیابی و ناکامی کو اللہ کے حکم پر تصور کرتے ہیں، وہ اسباب کے بجائے مسبب الاسباب کو اصل سمجھتے ہیں، اس لئے اسباب رکھ کر اللہ سے دعاء اور مدد مانگتے ہیں۔

اللہ نے دنیا کو دارالاسباب بنایا اور انسانوں کی مدد کامیابی و ناکامی اسباب کے ذریعہ دیتا ہے، بغیر محنت کے زمین سے تقدیر کا غلہ نہیں اُگتا، اسی طرح بغیر اللہ کی بندگی کے تقدیر کا پھل نہیں ملتا، زبردستی اللہ کسی کو دین اسلام پر نہیں چلاتا۔

سوال:۔ جب تقدیر میں ہر کام لکھا ہے تو کیا انسان بغیر محنت کے تقدیر پر توکل اختیار کر کے بیٹھا رہے؟ آخر توکل کیا ہے؟

جواب:۔ توکل یہ نہیں کہ انسان بغیر محنت و کوشش، حفاظت اور اسباب اختیار کئے بغیر اللہ کی تقدیر پر بھروسہ کر کے بیٹھا رہے، بلکہ پورے اسباب اختیار کر کے تقدیر پر ایمان رکھ کر اللہ کے بھروسہ پر کامیابی و ناکامی کا تصور رکھنا توکل ہے۔

ایمان اور غیر ایمان والوں میں سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ ایمان والے اسباب اختیار کر کے تقدیر پر پختہ یقین رکھ کر اللہ کے بھروسہ پر کامیابی و ناکامی کا عقیدہ رکھتے ہیں، اسباب سے کامیابی و ناکامی تصور نہیں رکھتے، غیر ایمان والے تقدیر کو برائے نام مانتے ہیں اور اسباب کی زیادتی انسانوں کی زیادتی، ہتھیاروں کے اعلیٰ ہونے اور مال و دولت زیادہ ہونے پر اسباب ہی سے کامیابی و ناکامی کا تصور رکھتے ہیں، اللہ پر نظر نہیں رکھتے۔

توکل یہ نہیں کہ انسان تقدیر پر عقیدہ رکھ کر آگ میں کود کر نہ جلنے کا تصور کرے، پانی میں تقدیر پر بھروسہ کر کے نہ ڈوبنے کا احساس رکھے، توکل یہ نہیں کہ تقدیر کے بھروسہ پر بلڈنگ سے کود کر نہ مرنے کا احساس رکھے، یہ توکل نہیں، جہالت، نادانی اور بیوقوفی ہے۔

ایک صحابیؓ اونٹ کھلا چھوڑ کر تشریف لائے، پوچھنے پر کہا کہ اللہ پر توکل کر کے آیا

ہوں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو واپس کیا اور کہا کہ اونٹ باندھ کر آؤ اور پھر اللہ پر توکل کرو، بیماری میں دوا کھا کر صحت مند ہونے کا احساس نہ رکھ کر اللہ پر توکل کرنا اور اللہ ہی سے صحت ملنے کا احساس رکھنا توکل ہے، دوا کھائے بغیر تقدیر کے بھروسہ پر بیمار پڑے رہنا اور کہنا کہ جب اللہ صحت دینا چاہے تب صحت ہوگی' یہ توکل نہیں ہے، گاڑی اور گھر کو قفل لگائے بغیر تقدیر کے بھروسے پر کھلا چھوڑ کر چلے جانا یہ توکل نہیں۔

افراد کی تعداد زیادہ ہونے، عمدہ ہتھیار ہونے پر' افراد اور ہتھیار کے ذریعہ کامیابی کی امید رکھنا توکل نہیں، جنگ بدر میں مشرکین مکہ اپنی تعداد اور ہتھیار پر اعتماد اور بھروسہ کرکے آئے تھے، مسلمان کی تعداد کے مقابلے ناکام رہے۔

سوال:۔ کیا اللہ اپنے علمِ تقدیر کی بنیاد پر کسی کو جنت یا دوزخ دیتا ہے؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ کسی کو بھی اپنے علم تقدیر کی بنیاد پر جنت یا دوزخ نہیں دیتا، وہ انسانوں کو دنیا میں بھیج کر اچھے بُرے اور خیر وشر کے اعمال کو اختیار کرنے کا موقع دے کر خیر اور شر کے اعمال کی بنیاد پر جنت یا دوزخ کا فیصلہ کرے گا، بُرے اعمال کئے بغیر وہ کسی کو سزا نہیں دیتا، پورے ثبوت اور گواہوں کے بعد سزاء دے گا۔

سوال:۔ تقدیر پر ایمان کی وجہ سے کس طرح ایمان باللہ طاقتور اور مضبوط ہوجاتا ہے؟

جواب:۔ اگر ایمانیات میں تقدیر کا عقیدہ نہ ہوتا تو انسان مختلف حالات میں اللہ پر نظر نہ رکھ کر مخلوقات کو نفع ونقصان دینے والا سمجھتا، توہم پرستی اور شرک میں مبتلا ہوکر مخلوقات سے بننے اور بگڑنے کا عقیدہ بنالیتا، تقدیر پر پختہ ایمان مسلمانوں کو شرک سے محفوظ رکھتا ہے اور توحید پر مضبوطی سے جمادیتا ہے اور ہر حالت میں اللہ پر نظر جمائے رکھنے کی تعلیم دیتا ہے، جن لوگوں کا تقدیر پر عقیدہ کمزور ہوتا ہے وہ شرک میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔

اس مضمون کی تفصیل جاننے کے لئے ہماری کتاب ''تقدیر پر ایمان میں شعور کیسے دیں؟'' پڑھیئے۔